

پندرہویں مارف فیچر کراچی

مدیر:
سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

ناکہ مدیران: مفتون علی، سید سعیف الدین حسینی بونیونوں - معاون مدیران: غیاث الدین، محمد عبد فاروقی
ڈی - ۳۵، بلاک - ۵، فیئرل بی، ایریا، کراچی - ۵۹۵۰
فون: ۰۳۲۸۰۹۲۰۱ - ۰۳۲۳۲۹۸۲۰ (۹۲-۲۱)

برقیت پا: www.irak.pk، ویب گاہ: irak.pk@gmail.com

- ۱۔ معارف فیچر ہر ماہ کی کمک اور رسول تاریخوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا اختبا پیش کیا جاتا ہے جو اسلام سے دوچی اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والوں کے غور و فکر کے لیے اہم یادگیریوں کی ہیں۔
- ۲۔ پیش کیا جانے والا لوازم بالعموم بلا تصور شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کے اختبا کی وجہ سے ہمارا تقاضہ ہمیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی ملک تربیڈ یا اس سے اختلاف پیش کیا جائے تو اس کو بھی جگہی جائیں گے۔
- ۳۔ معارف فیچر کوہنر بنانے کے لیے مفید معلومات کے حصول یا ان کے ذریعہ تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقدم کیا جائے گا۔
- ۴۔ ہمارے فرائم کردہ لواز مے کے مرید، لیکن غیر تجارتی ابلاغ کی عام اجازت ہے۔
- ۵۔ معارف فیچر کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ تاہم عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبول بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسروچ اکیڈمی کو اچسی

روابط بڑھا رہے ہیں جبکہ معاشی مشکلات کا شکار ترکی بھی عربوں کے ساتھ تعلقات میں گرمی کا قائل نظر آتا ہے۔

اس سب کے باوجود کیا عرب لیدر تمام مسائل کا حل اپنے

طور پر ٹلاش کرنے میں کامیاب ہوں گے یا نہیں؟ تو جواب زیادہ حوصلہ افرانہیں، کیوںکہ خطے میں تزاہات اور ان میں بیرونی مداخلت عربوں کو تمام فیصلے ہاتھ میں نہیں لینے دے گی۔ وہ مسائل اور بیرونی کردار کیا ہیں، اس کا اجتماعی جائزہ لیا جانا ضروری ہے، اس کے بعد ہی یہ اندازہ ہو پائے گا کہ عرب قیادت کیا کچھ کرنے کے قابل ہے اور کہاں کون سی رکاوٹیں حاصل ہیں؟ سعودی عرب ان دونوں ریاض میں ہونے والے "انٹرنشنل فلم فیسٹیول" اور "فاز مولاون کار لیس" کی وجہ سے دنیا کی توجہ کا مرکز ہنا ہوا ہے۔ محمد بن سلمان کا ۲۰۱۸ء میں دیا گیا ایک ہیان ان دونوں پھر سے اسرائیل ہوچکا ہے، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مشرق و سطی "نیا یورپ" ہے اور اگلے ۵ برسوں میں

اندرونی صفات پر:-

افغانستان: مستقبل کا امیر ترین ملک

ایران پر اسرائیلی حملہ کا شدید خطرہ

ترک میثمت: طیب ایردوان کے غیر معمولی فیصلے؟

عالیٰ سیاست میں پاکستان کا کردار

غزہ میں ایک بار پھر کشیدگی۔ ذمے دار مصر

سری لانکا: داخلی، علاقائی اور عالمی چیلنجز

مولانا یوسف اصلاحی کی رحلت

"اویکردن" ہماری توجہ چاہتا ہے!

مذہب کے نام پر انہی سیاست

پیش رفت یا چیخن؟

بھارت کے لیے ترک ڈروں

۲۰۲۱ء نے مشرق و سطی کو کس حال میں چھوڑا؟

ہوتی کشمکش کے تناظر میں اب فوجی طاقت کو نئے اؤوال کی جا بے منتقل کرنے کی بحث زور پکڑ بچ ہے اور امریکی دوچی سی امریکی جہازوں سے لٹک کر مرتبہ اتحادیوں کو دیکھنے کے بعد اب عربوں کا وائٹشن پر پہلے جیسا اعتدال بھی نہیں رہا۔

ان حالات میں مشرق و سطی کے راهنماء اپنے اخلاقیات کو کم سے کم کرنے کے لیے بھرپور سفارتی کوششوں میں مصروف ہیں۔ عرب امارات کے قویٰ سلامتی مشیر اپنی بندراگوں کے نزدیک بھری جہازوں پر ایرانی پاسداران انتقال کے حملوں کو روکنے کے لیے ایران کے صدر سے ملاقات کرچکے ہیں۔ اگرچہ سعودی عرب نے ۲۰۲۱ء میں ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات توڑ دیے تھے، لیکن اب

سعودی بغداد کی میزبانی میں تہران کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات شروع کرچکے ہیں۔

صرف ایران یا اس کا جو ہری پوگرام ہی مسئلے کا باعث نہیں بلکہ عرب رہنماؤں کے اختلافات بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہیں، سعودی عرب کی سال کے مقاطعے کے بعد قسطر سے دوبارہ تعلقات بحال کر رہا ہے، کئی برسوں بعد ریاض میں خلیج تھادی کو نسل (جی سی سی) سر براد کا نافرنس میں کوئی بھی کرن غیر حاضر نہیں تھا۔ جی سی سی کو فعال کرنے کے لیے شہزادہ محمد بن جنگ کے بادل منڈلار ہے ہیں۔

امریکا کے ہزاروں فوجی اور ہلاکت خیز جنگی مشیزی پورے مشرق و سطی میں موجود ہے لیکن شرقی یورپ میں روس کے ساتھ ابھرتے تنازع اور تایوان پر چین کے ساتھ تیز

آصف شاہد

۲۰۲۱ء وداع ہونے کو ہے، تاریخ میں اس سال کو خاص طور پر مشرق و سطی میں بڑی سیاسی، سفارتی اور جو پہلی بھی تبدیلوں کی وجہ سے بیاد کیا جائے گا۔ ہر مسئلے کے لیے باہر سے مدد لینے کے عادی طبقی ممالک اب ایک دوسرے سے بات چیز پر آمادہ ہیں، اس بڑی تبدیلی کی وجہ درحقیقت عراق اور افغانستان سے امریکی فوجی انخلاء ہے۔

۲۰۲۱ء کی عرب بہار کے ہنڈروں سے شام کے صدر بشار الاسد اور لیبیا کے سابق مروادہن مجرم قذافی کے بیٹے سیف الاسلام قذافی ایک بار پھر ابھر کر سیاسی منظر نے پر آچکے ہیں۔ مشرق و سطی کا سوئندر لینڈ کھلوانے والا لبنان

معاشی تباہی کی المناک و استان بن چکا ہے، ایران اپنے سخت گیر صدر ابراہیم رئیسی کی قیادت میں جو ہری پوگرام پر اپنے موقف میں مزید بخوبی لا چکا ہے، ویانا میں ایرانی جو ہری پوگرام پر مذاکرات کے باوجود اسرائیل ایران پر جملے کی دھمکی دے رہا ہے جبکہ ایران خلیج میں جنگی مشیزی کر رہا ہے، جنہیں پاسداران انقلاب کے سر براد جہل حسین سلامی تسلی امیب کے لیے کھلی دھمکی ترار دے رہے ہیں۔ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی حرجنہیں کہ خطے میں ایران کے بادل منڈلار ہے ہیں۔

مراکش کے ساتھ اٹلی جس تعاون، مشترکہ متفقون، دفاعی صنعت میں تعاون اور اسلامی کی فروخت کے معاهدے کرچکا ہے۔ مراکش کے ساتھ دفاعی معاهدے میں عرب امارات اور بحرین نے اہم کردار ادا کیا، یہ دونوں ریاستیں بھی اسرائیل کے ساتھ دفاعی تعاون کے معاهدے کرچکی ہیں۔ اسرائیل کے سرماہی کاربر عرب امارات میں پھیل چکے ہیں جبکہ عرب امارات اسرائیل کے ہائی فیکٹری پر سماں لگا رہا ہے۔

عرب امارات اسرائیل کے گیس فیلڈ میں ایک ارب ڈالر سرمایہ کاری کا بھی اعلان کرچکا ہے۔ اسرائیل، عرب امارات، بحرین اور امریکا کا پانچواں بھری بیڑا بھری اسکے متفقہ کے جنگی مشقیں بھی کرچکے ہیں اور آنے والے دونوں میں مزید ایک متفقہ کے پروگرام ترتیب دیے جا رہے ہیں اور ان متفقہ کو ایران کے لیے پیغام بھی کہا جا رہا ہے۔ مصر اور اردن کے ساتھ اسرائیل کے دریہ میں تعلقات قائم ہیں۔

مشرق وسطیٰ کا تیسرا بڑا محلہ ایک طبقہ عرب امارات ہے۔ عرب امارات ایران کے ساتھ ورنگر بیلیشن بھی ہمارا ہے اور ایران کو روکنے کی کوششوں میں بھی کردار ادا کر رہا ہے۔ حالیہ رسول میں عرب امارات سفارتی حاضر سب سے زیادہ سرگرم رہا ہے۔ عرب امارات ان دونوں شام کو دوبارہ عرب لیگ میں واپس لانے کے لیے کوشش ہے، جس سے اس کے کئی مقاصد جو ہے ہیں اور خٹکے کی سیاست نیا موز لے سکتی ہے۔ شام جنگ کے آغاز پر عرب امارات نے دیگر عرب ملکوں کے ساتھ شام کا بیکاٹ کیا تھا اور عرب لیگ کی رکنیت م uphol کرنے کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ اب عرب امارات اس فیصلے کو واپس لینے کے لیے قائدانہ کردار ادا کر رہا ہے۔ شام میں امارات کے سفارتخانے نے کام شروع کر دیا ہے۔ شام کی تباہ حال میشیت میں سرمایہ کاری کی پیشکش بھی کی جا چکی ہے۔

شام کے صدر بشار الاسد سے امارتی وزیر خارجہ نومبر میں ملاقات کرچکے ہیں، جو ایک عشرے کے بعد اعلیٰ ترین سطح پر اطلب ہے۔ عرب امارات کا مقصد شام کو ایران سے دور کرنا اور جنگ سے بناہ ملک میں سرمایہ کاری موقع پر قبضہ کرنا ہے۔ شام کے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات بھی عرب امارات کے اجنبیوں پر ہیں۔ عرب امارات کا خیال ہے کہ بشار الاسد سرمایہ کاری کے بد لے میں تہران سے تعلقات کم کر سکتے ہیں تاہم اس کے امکانات کم ہیں کیونکہ بشار الاسد کو پہنانے کے لیے روس کے علاوہ کسی نے کردار ادا کیا تو وہ

سودی عرب بالکل مختلف ریاست ہو گی۔ محمد بن سلمان نے ۲۰۲۱ء کا آغاز پہلے سال میں کی گئی غلطیوں کو سدھا رئے کی کوشش سے کیا تھا، دراصل محمد بن سلمان اپنے خلاف اٹھتی ہوں کارخ موزنے کی کوشش میں ہیں۔ وہ اب اپنے نہ سایہ لیڈر ہوں کو یہ جتنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اب وہ بالکل مختلف شخصیت ہیں اور ماضی کی غلطیوں سے برقیکھ چکے ہیں۔

اس گزرتے سال کے آغاز پر انہوں نے پہلا قدم قطر کی طرف بڑھایا اور پھر جی سی سی کے دیگر نظر انہیں ملکوں کو رام کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جی سی سی ملکوں کے حالہ دورے کا آغاز سلطنت عمان سے کیا، وہی ملک جس پر یہ الزام لگایا جاتا رہا کہ اسی کے راستے ایرانی اسلوخ ہم پیشنا ہے۔ سلطان قابوس کی وفات کے بعد عمان کی تین قیادت نے شاید معاشی دباؤ کے تحت سعودی ولی عہد کا ریڈ کارپٹ استقبال کیا تاہم تاریخی طور پر عمان کبھی بھی آسان اتحادی نہیں رہا۔ سعودی عرب ہمیشہ اس ملکوں کو اتحادی مانتا آیا ہے جو اس کے تابع رہیں۔ لیکن تابع فرمان ہونا عمان کی خارجہ پالیسی کا غرض کبھی نہیں رہا۔

قطر سعودی بائیکاٹ کا مقابلہ کرنے میں اس لیے کامیاب رہا کیونکہ وہ دلتند ہے اور واشنگٹن میں اثر و سوچ بھی رکھتا ہے، اب بائیکاٹ کے خاتمے کے بعد قطر شاید یہ تجھی بھلا دے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ افغانستان سے امریکی فوجی اخلا کے دوران قطر نے طالبان کے ساتھ رابطوں اور امریکیوں کے اخلا میں نمایاں کردار ادا کر کے اپنی اہمیت منوا لی ہے۔ ریاض اور دوحہ کے تعلقات معمول پر ضرور اے ہیں اور امیر قطر نے سعودی ولی عہد کے ساتھ گرچہ بھی کیا لیکن کیا دوچھہ محمد بن سلمان کے اقتدار کے دوران کسی نے بائیکاٹ کے امکان کو ہن سے محور دے گا؟

بغداد کی میزبانی میں تہران کے ساتھ ریاض کے مذاکرات اگرچہ دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی تعلقات کی بحالی تک تو پہنچ لیکن کیا یہن جنگ کے جاری رہتے ہوئے دونوں ملکوں کے درمیان بلا قتال تجارت ممکن ہے؟ بلنا کی حزب اللہ کیا تہران، ریاض گرچہ تعلقات میں رکاوٹ نہیں بنے گی؟ ایرانی جو ہری پروگرام پر جاری مذاکرات کے مقام پر کے بعد ہی دونوں ملکوں کے مستقبل کے تعلقات کا درست اندازہ ممکن ہو پائے گا۔

واشنگٹن پوسٹ کے صحافی جمال خاشقجی کا جب قتل ہوا تو ترکی اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات انتہائی کشیدہ

معاہدے متاثر ہونے کا خدش و قی طور پر آئے آیا ہے لیکن کمکش ختم نہیں ہوئی۔ جیسیں سعودی عرب کو بیانک میزائل بنانے میں بھی مدد دے رہا ہے۔ امریکی میدیا نے سیلائٹ تصاویر شائع کیں، جن کے مطابق الدوادی کے علاقے میں میزائل بنانے کی سرگرمی نوٹ کی گئی۔ جیسیں کی وزارت خارجہ نے اس روپرٹ کی تردید کے بعدے سعودی عرب کے ساتھ دفاعی معاہدوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ جیسیں اور سعودی عرب تعاون کی میں الاقوامی قانون کی خلاف ورزی نہیں۔

ایران کے جو ہری پروگرام پر بھی جیسیں اور روس تحدیں، سلامتی کو نسل میں ووٹ اور ویوکا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ روس نے شام کے صدر بشار الاسد کی حکومت کو اب تک گرنے سے بچا ہوا ہے۔

اگرچہ عرب ہنما تراز عات کے حل کے لیے مل بیٹھنے پر آزاد و حکای ویتے ہیں لیکن مسائل ہاصل پہلے کی طرح یہ وہی توتوں کے ہاتھ میں رہنے کا امکان ہے۔ صرف اس قدر بہتری نظر آتی ہے کہ فوری طور پر کسی بڑے تراز پا جنگ کا امکان نہیں کہ جس میں امریکا کو دوبارہ کوڈنا پڑے۔

(بحوالہ: ”دان نیوز ڈاٹ افی“ - ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ء)



باوجود خسارہ و کھلایا گیا تھا اور ۲۱ ملین انفارٹی ملکی ذرائع سے حاصل کرنے کا بدف طے پایا تھا۔

افغانستان کی اقتصادیات بھی کئی دہائیوں سے غیر ملکی امداد پر ہی محصر ہے۔ معروف مصنفوں یہم ڈارپل کے مطابق افغانستان پر قبضہ کرنا کسی غیر ملکی طاقت کے لیے اتنا مشکل نہیں ہے، ہتنا مسائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس بقیہ کو برقرار رکھنا ہے۔ ان کے مطابق دیگر علاقوں میں قابض طاقتیں لیکن اکٹھا کر کے اپنی فوج اور مقامی ضروری بات کا خرچ نکال لیتی ہیں۔ مگر افغانستان میں پیداوار کی عدم موجودگی اور لیکن کی آمدن نہ ہونے کے سبب ایک خاص وقت کے بعد یہ قبضہ بھاری پڑتا ہے۔ ہاں اگر تزویری تی مفاد شامل ہو، تو یہ بھاری بھر کم بوجھ اٹھایا جاسکتا ہے۔ سو ویسی یو نین افغانستان میں انفراسٹرکچر اس لیے کھڑا کرنے کے لیے کوشش تھا، کہ یہ دس سال میں اس کے دس لاکھ فوجیوں کا بار سنبھال سکے تاکہ اس کے بعد وہ پاکستان یا ایران پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہو اور گرم پانیوں تک رسائی حاصل کر سکے۔ مگر مقامی جدوجہد نے اس کی یہ کوشش ناکام بنادی۔ اسی طرح امریکا کا مفاد القاعدہ کو نیست و نابود کرنا تھا۔ اس مفاد کے حصول کے بعد

ایران ہی تھا۔ جہاں تک اسرائیل۔ شام تعلقات کی بات ہے تو وہ بھی بشار الاسد کے لیے ممکن نہیں ہو گا کیونکہ ان کی حکومت ہی اسرائیل اور مغرب سے لڑائی پر کھڑی ہے۔ کیا اسرائیل شام سے تعلقات کے لیے گولان کی پہاڑیاں واپس کرے گا؟ ناممکن۔ عرب امارات اور شام کے تعلقات کی ایک بیاد ترکی کی مشرکت کی خلافت ہو سکتی ہے، ترکی بشار کے باغیوں کا مددگار ہے، ترکی کے مقابلے میں بشار الاسد عرب امارات کے لیے اہم ثابت ہو سکتے ہیں۔

در اصل عرب امارات کو ان مقاصد میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سرگرمی کا فائدہ کیا ہے؟ اصل جواب یہ ہے کہ عرب امارات کا سب سے بڑا انتہادی امریکا خانٹے میں پیچھے ہٹ رہا ہے جبکہ روس اور جیسیں پیش قدمی کر رہے ہیں۔ ان حالات میں عرب امارات سعودی عرب کا دوست نگر بن کر منع اتحاد میں جانے کے راہداری پر پہرا بھی خود دینا ہو گا، جہاں امریکیوں کا پہلے سے غلبہ ہے۔ آئندے باب المندب میں جیسیں کا اثر و سوراخ اہم ہے، جیسیں جنگ اور امن دونوں صورتوں میں امریکا اور روس خبردار ہا ہے۔

عرب امارات کے ساتھ امریکا کے مقابلے میں اپنا اثر و

اریان ہی تھا۔ شام تعلقات کی بات ہے تو وہ بھی بیٹھا ہوا کاردا را سے روکے ہوئے ہے۔ اس سال کی بڑی خبر عرب امارات کا ایک قرقی فائیو ہنگلی طیاروں کی ڈیل سے دستبردار ہونا ہے۔ اس کے پیچے بڑی وجہ امریکا اور جیسیں کے درمیان فوجی اڈوں کے لیے بڑی ہوئی کمکش ہے۔ امریکا اور جیسیں کے دو میان بظاہر بڑا فلیش پوانکت تائیوان ہے لیکن جیسیں اس کمکش کو اپنے دروازے سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ امریکا جیسیں کے فوجی اڈوں کو رکھنا چاہتا ہے۔

جیسیں عرب امارات کے پورٹ خلیفہ پر غصہ طور پر فوجی اڈہ تعمیر کر رہا تھا، جو امریکیوں کی نظر میں ۲ گیا۔ امریکی وارنگ کے بعد وقیع طور پر اس اڈے کی تعمیر رک گئی ہے اور فوری تیجہ عرب امارات کی جنگی طیاروں سے دستبرداری کی صورت میں برآمد ہوا۔ جیسیں کے صدر شی جن گنگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ جیسیں کو ورلڈ پاور بنانا ہے تو اسے اپنی تجارتی راہداری پر پہرا بھی خود دینا ہو گا، جہاں امریکیوں کا پہلے سے غلبہ ہے۔ آئندے باب المندب میں جیسیں کا اثر و سوراخ اہم ہے، جیسیں جنگ اور امن دونوں صورتوں میں امریکا اور اتحادیوں کا سمندر پر غلبہ ختم کرنے کے درپر ہے۔

امریکا اگرچہ اپنی توجہ مشرق وسطی میں کم کر کے

افغانستان: مستقبل کا امیر ترین ملک

افتخار گیلانی

میں آبوزوں کا پتا کانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں اس ٹیم نے برطانوی بمبار طیارہ کرایہ پر لے کر اس میں جدید آلات فٹ کر کے اس پر مزید تحقیق کی۔ ۲۰۰۹ء میں امریکی مکملہ دفاع کی ایک ٹیم جو عراق سے افغانستان منتقل ہو گئی تھی، نے گراوڈ پر جائزہ لے کر آخوندکار لیتھیم کے ذخیر کی قدریت کی اور اس کے اگلے سال انہوں نے افغان صدر حامد کرزی اور امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کو بریف کیا۔ ابھی حال ہی میں فرانسیسی خبر سان ایجنٹی نے اطلاع دی کہ افغانستان کی وزارت خزانہ غیر ملکی امداد و قرضہ کے بغیر ملکی وسائل کے بل بُوتے پر ہی اپنا سالانہ بجٹ ترتیب دے رہی ہے۔ افغانستان میں تحقیم کی موجودگی دریافت کی تھی، مگر انہوں نے اس کو اپنائی خفید کھاتا۔ خیر روی نقشوں اور چارٹوں کا بغور جاتا ہے کہ ۱۹۸۰ء میں سویت یوینین کے جیلو جیکل مہرین لیتھیم کی موجودگی دریافت کی تھی، مگر انہوں نے افغانستان میں تحقیم کے وائے خصوصی ۲۱ ویں صدی کے پیٹرولیم یعنی لیتھیم کے وسیع و عریض ذخیرے اپنی گود میں چھپا بیٹھا ہے۔ تباہی جاتا ہے کہ پہلے یوینین کے جیلو جیکل مہرین نے افغانستان میں تحقیم کی موجودگی دریافت کی تھی، مگر انہوں نے اس کو اپنائی خفید کھاتا۔ خیر روی نقشوں اور چارٹوں کا بغور جاتا ہے لیکن کے بعد امریکی جیلو جیکل سروے کے افسران نے مگر انی کرنے والے خصوصی چہازپی سی ۳ اورین کی مدد سے مزید معلومات اکٹھی کیں۔ یہ جہاں بھری افواج سمندر کی تھے

گروپ کو ابھی تک پناہ فراہم نہیں کی ہے۔ باقی ایشور پر بھارت زبانی میں خرچ کرتا رہے گا، مگر ان پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس کی بڑی وجہ بھارت کی ۲۰۱۹ء کی الیکٹریک پالیسی ہے، جس میں موباکل فون بنانے میں چین سے بست قیمتی کی بات کہی گئی تھی اور ہر سال ۶۰۰ ملین موباکل فون برآمد کرنے کا پروف رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ گلاسکو اجلاس میں وزیر اعظم زیدر مودی نے ۲۰۳۰ء تک ۸۷۰ گیگاوات تک غیر رواتی ذرائع سے پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ بھی اہداف جنوبی امریکا کے تھیں کے ذخیرے سے حاصل نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے لیے پڑوں میں افغانستان میں عمل دخل کے لیے نئے حکمرانوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنا ضروری ہے۔ مگر اس کے لیے بھارت کو پاکستان کے ساتھ بھی تعلقات معمول پر لانے ہوں گے۔ یہ کڑوی گولی جلد یاد یہ اس کو نکھنے ہی پڑے گی۔ جس طرح ۵۰ یا ۲۰ کی دہائی میں عرب ممالک میں پڑویم کی دریافت اور اس کے ذریعے دولت کی ریل پیل عرب شاخوں کے لیے ایک امتحان تھا، بس اسی طرح تھیں کے ذخیرے بھی افغانستان کے حکمرانوں کے لیے امتحان ثابت ہوں گے۔ عرب حکمرانوں نے اس دولت کو علم و حرفت یا Knowledge Economy کے فروغ کے بجائے ذاتی عیش و عشرت پر صرف کیا۔ یہ افغانستان کی تاریخ کا ایک مماؤ اور اس خطے کے لیے نشأۃ ثانیہ ثابت ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ افغانستان کے حکمران عرب شاخوں کی پیروی کے بجائے خطے کو واقعی دنیا کے مثال بنا سکیں گے۔ حق تو یہ ہے کہ معدنیات تک بیکار ہیں، جب تک یہ میں کی گوئی میں چھپی رہیں۔ ان کو نکالنے، سرمایہ کاری اور اوقاف و حمل کے لیے امن و امان، احتجام و حکومتی پالیسیوں میں تسلیل لازمی ہے۔

(بکریہ: روزنامہ "نیوز" کرچی۔ ۲۱ نومبر ۲۰۲۱ء)

سیریم، نیوڈائی میم موجوں ہیں۔ ہمند صوبہ کے خانشان میں اعماقیں نہیں کی تیاب زمینی معدنیات موجود ہیں۔

امریکی اکیشن انسپکٹر جزل برائے افغانستان ری کنٹرکشن یعنی SIGAR کی روپرتوں میں بتایا گیا ہے کہ پہلی حکومتوں کی نا امیلی اور کرپشن کی وجہ سے کوئی بھی کمپنی معدنیات کے شعبہ میں سرمایہ کاری کرنے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ ان روپرتوں کے مطابق تقریباً دو ہزار مقامات پر مقامی جگجو غیر قانونی طور پر کان کنی کر کے سالانہ ۳۰۰ ملین ڈالر کا چونا کابل حکومت کو لگا رہے تھے۔ پہنچ ہفتہ قبل برطانوی جریدہ "فائل نائز" کے مطابق دس چینی کمپنیوں کے ایک نمائندہ وفد نے کابل اور افغانستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ان ذخائر کا جائزہ لیا اور ان کی کان کنی کے لیے طالبان کے رہنماؤں کے ساتھ گفت و شدید کی۔ چینی اخبار گلوبل نائز نے بعد میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ اس طرح کی سرمایہ کاری سکیورٹی، انفراسٹرکچر کی تحریر اور افغانستان کے نئے حکمرانوں کے روایہ پر منحصر ہو گی۔ چینی کمپنیاں بے یقینی کی صورت حال میں سرمایہ کاری کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ اس کی واضح مثال افغانستان میں تابے کی کان ہے، جہاں دنبا کے سیچ تابے کے ذخائر موجود ہیں۔ چین میں ایک دہائی قبل اس کا تھیک لے لیا تھا، مگر جگ جگ اور اقل و حمل میں مشکلات کی وجہ سے کام کی رفتار نہیں ہی ست رکھی۔ کئی بار اشرف غنی حکومت نے یہ تھیک منسون کرنے کی دھمکی بھی دی تھی۔ سکاپور یونیورسٹی میں پروفیسر کلاؤڈیا چیبا کے مطابق چینی کمپنیاں اسی طرح کی پالیسیاں، مراعات اور تحفظ چاہتی ہیں، جو پاکستان میں سی پیک کو حاصل ہیں۔ اشرف غنی حکومت کی طرفی کے بعد بھارت، جو ایک شاک کی کیفیت میں تھا، اب اس سے باہر نکل کر طالبان کے ساتھ رابطہ استوار کرنے میں مصروف ہے۔

بھارت کے ایک سرکاری تھینک ٹیکن اسٹیشنیٹ آف ڈیفس ایڈیشنز ایڈنٹال میرز نے افغانستان کے حوالے سے ایک دو روزہ کانفرنس منعقد کی، جس میں بتایا گیا کہ طالبان نے بھارت کے قومی سلامتی میثکری طرف سے بلائی گئی علاقائی کانفرنس اور اس کے اعلامی کی ستائش کی اور یہی نتیجہ اخذ کیا گیا کہ طالبان اسٹریججک اٹا نوی کے خواہاں ہیں، اور کسی بھی ملک بھول پاکستان کو اپنے معاملات میں مداخلت نہیں کرنے دینا چاہتے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ طالبان نے ۲۱ ملین ٹن یتھیم کے ذخائر میں کی تھہ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اس تباہ حال ملک میں ۲۰ ملین ٹن تابے، ۲۴ ملین ٹن خام لہا اور ۳۴ ملین ٹن تیاب زمینی معدنیات یعنی لانچائیم،

اسلامک رسیرچ آئیڈی کرچی کی شائع کردہ کتاب
"The Wastes of Time"
کارروائی جنمہ

شکستِ آرزو

(جب پاکستان دوخت ہوا)
پروفیسر ڈاکٹر سید سجاد حسین
صفحات: ۳۵۲ ... قیمت: ۵۰۰ روپے

اکیڈمی بلک سینٹر۔ فون: ۰۲۱-۳۶۸۰۹۲۰۱

رانے عامہ تیزی سے ہموار ہوئی ہے۔ ایرانیوں کی اکثریت اس بات کے حق میں دھکائی دیتی ہے کہ جوہری پروگرام جاری رکھا جائے اور جوہری تھیار بھی تیار کیے جائیں۔

اسرائیلی قیادت نے ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۵ء کے دوران ایران کو دی جانے والی ڈھنکیوں پر عمل شایدی اس لینے نہیں کیا کہ وہ امریکا کو ایک موقع دینا چاہتے تھے کہ وہ ایران کو مذاکرات کی میز پر لائے اور جوہری معاملات پر کوئی وسیع البیاد و معاهدہ کر لیا جائے۔ اُس وقت کے امریکی صدر بر اک اوباما نے بھی یقین جاتے ہیں کہ ایران کے ساتھ کوئی ایسا معاهدہ کر لیا جائے گا جو دلایا تھا کہ ایران کے ساتھ کوئی ایسا معاهدہ کو ختم کرتا امریکا کو اس کے استخدا یوں کی سلامتی کو لامتن خطرات کو ختم کرتا ہو۔ اس وقت اسرائیلی قیادت ایران کے ساتھ جوہری معاملات پر ہونے والے کسی بھی معاهدے پر لتفیعن کرنے کو تیار نہیں کیونکہ اس نے ایک وسیع البیاد جوہری معاهدے کا حشر دیکھ لیا ہے۔ اسرائیل اور چند دوسرے ممالک نے بھی دیکھ لیا کہ ۲۶ ملکی جوہری معاهدے کے بعد ایران پر سے اقتصادی پابندیاں اٹھائی گئیں اور یوں ایرانی قیادت کو عالمی سطح پر قویت حاصل ہو گئی۔ جب ایران پر سے پابندیاں بٹالی گئیں اور اسے تجارت کے میدان میں محل کر کام کرنے کا موقع ملا تو ایرانی قیادت کو پاسداران انقلاب اور ایرانی بیلیشاڑ کے لیے اریوں ڈال رجیع کرنے کا موقع ملا۔ ایرانی قیادت نے یہ موقع پورے خطے میں اپنے اڑات کا دارازہ وسیع کرنے کے لیے استعمال کیا۔ شام، عراق، یمن اور لبنان میں ایران کی حمایت یافہ ملیشاڑ کو مصبوط کیا گیا۔ ایرانی قیادت نے اپنے اڑات کا دارازہ وسیع کرنے کی مہماںی سے مکمل کی ہے۔

اسرائیل اور غلبی (عرب) ریاستوں کی پیرا نے تھی اور ہے کہ میں الاقوامی جوہری معاهدے کے بعد بھی یہ خطرہ ملا نہیں تھا کہ ایران جوہری تھیار ہنانے کی کوشش جاری رکھے گا۔ خطے نے دیکھا کہ یمن سے ایران فواز جو یوں نے سعودی عرب میں شہری ٹھکانوں پر حملہ بڑھا دیے۔ دوسری طرف حزب اللہ کے ہزاروں جنگجوؤں کو شام میں قدم جمانے کا موقع ملا۔ ایران کی حمایت اور مالی امداد سے کام کرنے والی تنظیم حماس نے جنوبی اسرائیل پر حملے بھی بڑھا دیے۔

صورت حال کی توجیہ و مکمل ہوئے بلاؤف تر دیہ کہا جاسکتا ہے کہ ایران کے جوہری پروگرام کے حوالے سے جو خدشات اسرائیل میں پائے جاتے ہیں ان کی بیانیاد پر ایران کی جوہری تنصیبات کو نشانہ ہالیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے رائے عامہ بھی تبدیل ہو چکی ہے اور حالات بھی۔ (ترجمہ: محمد احمد خان) "Support growing for an Israeli strike on Iran". ("arabnews.com". December 19, 2021)

ایران پر اسرائیلی حملے کا شدید خطرہ

Majid Rafizadeh

صرف اریضہ اسرائیلیوں نے امریکا کی حمایت اور اشتراک عمل کے بغیر بھی ایران پر حملہ کرنے کو درست قرار دیا تھا۔ تب ۰۵ فیصد سے زائد اسرائیلیوں نے اس بات کو پسند کیا تھا کہ اگر ایران اپنا جوہری پروگرام ترک نہ کرے پا جوہری تھیار تیار کرنے کا عمل بحال کرے اور اُس کی جوہری تنصیبات پر حملہ کرنا ہی پڑے تو امریکا کی حمایت ضرور حاصل کی جائے اور اشتراک عمل بھی۔ مزید ہر آں اس وقت اسرائیلیوں کی اکثریت اس خیال کی حامل ہے کہ ان کے اور ان کی ریاست کے وجود کے لیے کوئی بڑا خطرہ اگر ہے تو ایران ہے۔

۲۰۱۴ء میں جامع ایکشن پلان کی تیاری سے دو سال قبل اسرائیل نے ایران کے جوہری پروگرام کو ختم کرنے کا انتباہ کیا تھا۔ تب اسرائیل کے وزیر اعظم بنیامین نتانیع یا ہو نے کہا تھا ”ہماری گھٹڑیاں اس با مخالف رفتار سے چل رہی ہیں۔ امریکا بہت دور ہے۔ ہم ایران سے بہت نزدیک ہیں اور اس کے لیے آسان ہے بھی ہیں۔ ہمیں ایران کو کسی طور و رنگ کی طرف جانا ہے گا۔ شاید امریکا کی طرف سے کچھ کیے جانے سے بھی پہلے اگر معاشری پابندیاں موثر نہ ہو سکیں تو پھر فویں اقدام ہی کی جگہ اس رہ جائے گی۔ ایسا ہو گا تب ہی وہ متوجہ ہوں گے۔“ جو کچھ یوں یا ہونے کہا تھا اس پر عمل نہیں کیا جاسکا۔ شاید اس حقیقت ہی کی بیانیاد پر کچھ لوگ یہ کہ رہے ہیں کہ اسرائیلی قیادت اس بار بھی جو کچھ کہہ رہی ہے وہ محض بڑھ کر ہے، گیڑ بھکی ہے۔ چند ایک ایسے اشارے ملے ہیں جن کی بیانیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اس بار اسرائیل شاید ایران کو کشناہ بنانے۔

سب سے پہلے یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ایران کو نشانہ ہنانے کے لیے اسرائیل کو عوام کی بھرپور حمایت درکار ہے۔ ۲۰۱۵ء میں جامع ایکشن پلان کی منتظری سے قبل اسرائیلی عوام کی واضح اکثریت یہ تھی کہ اسرائیل کو ایران پر حملہ کے معاملے میں تھا کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ اسرائیل ڈیکورسی انسٹی ٹیوٹ نے بتالیا ہے کہ اب اسرائیلیوں کا ذہن تبدیل ہو چکا ہے۔ اگر آج ایران پر حملے کے لیے ریفرنڈم کرایا جائے تو ۵۸ فیصد اسرائیلی چاہیں گے کہ اسرائیلی حملہ کر دے۔ اور زیادہ جمیت اگریز بات یہ ہے کہ اسرائیلیوں کی اکثریت اس بات رائے عامہ اب اصلاح پسندوں کے حق میں ہے نہ اتنا پسندوں کے۔ بڑے پیمانے پر ہونے والے حالیہ مظاہروں میں دونوں کے خلاف نفرے لگائے گئے ہیں۔ اسرائیلی کے خلاف بھی مقابلے میں نقصانات کا اختلال زیادہ تھا۔

چند ماہ کے دوران ایران میں ماحول بہت بدیل چکا ہے۔ رائے عامہ اب اصلاح پسندوں کے حق میں ہے نہ اتنا پسندوں کے۔ بڑے پیمانے پر ہونے والے حالیہ مظاہروں میں دونوں

اسرائیلی قائدین ایک بار پھر ایران کی جوہری تنصیبات پر حملہ کرنے کی بات کر رہے ہیں جیسا کہ انہوں نے ۲۰۱۳ء میں بھی کیا تھا۔ تب بھی ایران کو جوہری ارادوں کے حوالے سے علیگین نتائج کی دھمکی دی گئی تھی مگر خیر، کچھ کیا نہیں تھا۔ اب سیاسی، معاشری اور تزویری ایصالات بہت مختلف ہیں اس لیے اسرائیل کی دھمکی کو سمجھی گئی سے لہما چاہیے۔

ترک معیشت: طبیب ایردوان کے غیر معمولی فنصلے؟

ایردوان کا نیا معاشی ٹول

غلام اصغر ساجد

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ترک صدر ایردوان نے

(CTLDs) کہا گیا تھا۔ لیکن بالآخر یہ اسکیم مقامی بیکوں کی جانب سے قرضوں میں زبردست اضافے کا باعث بنی اور افراطیز کی ایک نئی پیدا ہوئی۔ اس سے خزانے پر غیر معمولی بوجھ پڑا اور بالآخر ۱۹۸۷ء میں اس اسکیم کا خاتمه کر دیا گیا لیکن تک تک یہ ارباب ۵ کروڑ لاکار قرض چھاپکی تھی۔

ذرائع کے مطابق حال ہی میں استغفار دینے والے ترک وزیر خزانہ لطفی ایلوان نے بھی لیرا کی قدر میں زبردست کی کے باوجود وہ اس سال اس خیال کی مخالفت کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ اسکیم قابو سے باہر ہو گئی تو ترک حکومت کے مالی معاملات کو زبردست میں پہنچنے کی اور فوریکس بحران مزید بڑھ جائے گا۔ اس کے علاوہ ایلوان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس اسکیم سے دولت کی منتقلی معاشرے کے زیادہ آمد فی رکھنے والے طبقات میں ہو گئی کیونکہ سرمایہ کاری کے قابل بھی زیادہ تر وہی ہیں اور انہی کو وہ سروں کے مقابلے میں ہتھیار نفع حاصل ہو گا۔

تاہم حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ لوگوں کی بچت اور منافع خروں کی وجہ سے ڈالر کی بڑھتی مانگ کو روک کر کرنی رہتی کے مصنوعی چڑھاڑ کا سد باب کر دیا گیا ہے کیونکہ یوں نیادی طور پر غیر ملکی زر مبادلہ کی مد میں سرمایہ رکھنے سے متعلق عام ترکوں اور سرمایہ کاروں کی حوصلہ نہیں کرتا ہے اور لیرا خریدنے کی حوصلہ افرادی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قومی خزانے پر اس کا دباؤ کم کرنے کے لیے پہنچنے والوں کو بطور سراہم منافع ملے گا۔

پرانی شراب، نئی بوتل؟

کئی ترک معاشری ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ نیا طریقہ دراصل شرح سود میں غیر اعلانیہ اضافہ ہے کیونکہ افراطیز کے ساتھ فرق کو فراہم کرنے سے ادا کیا جاتا ہے۔ معروف مابر معیشت رفت گر قابوں کا کہنا ہے کہ دراصل حکومت نے بغیر کسی اعلان کے شرح سود میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔

کچھ یہیں الفاظ درس رے مابر معیشت تجھیں بختم کے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اگر شرح بتا دل ۳۰ فیصد بڑھتی ہے اور شرح سود ۲۳ فیصد بتوانی ماندہ ۲۶ فیصد قومی خزانے کو ادا کرنا ہو گا اور یہ شرح سود بھی نہیں کھلانے گا۔ ہے ناجائزی کی بات؟

علاوہ ازیں اس نئے ٹول کے حوالے سے چند خدشات یہ بھی ہیں کہ اس سے افراطیز بلند ترین سطح پر پہنچ جائے گی کیونکہ مارکیٹ میں لانے کے لیے مزید لیرا کی ضرورت ہو گی۔

باقی صفحہ نمبر ۱۰

پیر کے روزگار بینہ جلاں میں ایک فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ شام کو اپنی پریس کا نفرنس میں عوام کو سنایا۔ اس ٹول کے طبق اگر عام ترک اپنی بچت یا سرمایہ کا اپنے غیر ملکی زر مبادلہ کو لیرا میں بدلا کر انہیں طے شدہ عرصے کے لیے بچت اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں تو حکومت ممتاز دیتی ہے کہ انہیں فوریکس مارکیٹ بھتنا منافع ہی ملے گا۔ اگر فوریکس مارکیٹ سرکاری طے شدہ شرح سود سے کم ہو جائے تو بھی سرمایہ کاروں کو حکومت کی جانب سے منافع دیا جائے گا۔

اس فیصلے کے سامنے آتے ہی لوگوں نے اپنے محفوظ کیے گئے ڈالر پہنچا شروع کر دیے۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس نئے ٹول سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور وہ بھی جو ڈالر کو گرتے دیکھ کر اپنا کرنی ایکچھی منافع گرتا دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہیں دیکھتے ایک ہی رات میں ایک ارب ڈالر، واپس ترک لیرا میں بدلا دیا گیا جس کی وجہ سے ترک لیرا جو ساڑھے ۱۸ پر تھا، وہ ۱۲ اپر گیا۔

سوش میڈیا پر ایردوان کے اس نئے ٹول کو زر کو ڈالر کا نام دیا گیا۔ جس نے بظاہر صورتحال کو بکسر بدلا کر دیا۔ ۱۹۸۷ء کے بعد ترک لیرا اس قدر تیزی کے ساتھ پہلی بار مضبوط ہوا تھا۔ عوامی سطح پر ایک بار پھر ایردوان کی حمایت پیدا ہوئی اور لوگ سڑکوں پر ۲۰ کریص کرنے لگے۔ حکومت مخالف ٹیلی ویژن اسکرین پر ہکا بکارہ گئے، حزب اختلاف نے اسے کسی سازش کا نام دیا۔ بہر حال ایردوان نے اپنے نئی معاشی ٹول کو لا گو کر دیا۔

کیا یہ ایردوانوں کے ہے؟

ترکی اور عالمی سطح پر کئی لوگ اس پر حیران تھے کہ آخر یہ ٹول ہے کیا؟ کیا یہ ایردوان کی تخلیق ہے؟ سوشن میڈیا پر ایک معروف صحافی نے اسے ایردوانوں کی اصطلاح دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود ترکی میں یہ پہلی بار نہیں ہوا ہے۔ معاشری ماہرین کے طبق یہ ٹول ۱۹۸۷ء کی دہائی میں غیر ملکی زر مبادلہ کے بھاؤ کو حاصل کرنے کے لیے آزمایا گیا تھا، خاص طور پر بیرون ملک مقیم ترک شہریوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے۔ اس وقت اسے کونوں ترک لیرا پاڑس

کے مدد و نظر یہ اس وقت عالمی سطح پر موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ یہ ہی ایردوان تھے جنہوں نے ۲۰۰۲ء کے بعد یورپ کے مرد بیکار کو دنیا کی ۲۰ بڑی معاشی طاقتیوں میں لا کھڑا کیا، لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ انہی کے نظریات کی وجہ سے آج ترک کرنی دنیا کی کمزور ترین کرنی بن چکی ہے۔

ترک صدر دراصل با بعد کرونا معاشی صورتحال میں ایک بار پھر پر عزم ہو گئے ہیں کہ وہ شرح سود کو کم سے کم درجے پر لا نہیں گے۔ نظریاتی طور پر یہاں کافی رہوا ہے کہ سود وجہ ہے اور مہنگائی حاصل ہے۔ گزشتہ ۲ ماہ میں انہوں نے اپنا یہ فارمولہ بار بار دو ہر لیا ہے اور مارکیٹ نے ریکل دیتے ہوئے کرنی کو دن رات گرایا ہے۔ حتیٰ کہ صرف ایک دن قبل ڈالر کے مقابلے میں لیرا کی قیمت ۱۸۵۰ پر پہنچ گئی تھی۔ سیاسی پہنچ یہ دعویٰ کرتے نظر آ رہے تھے کہ اب صدر ایردوان کے خلاف صرف مارکیٹ ہی ریکل ظاہر نہیں کرے گی بلکہ اب عوامی ریکل بھی اٹھنے کو ہے جو قبل از وقت انتخابات کی وجہ نہ بھی بن سکا تو ۲۰۲۳ء میں صدر ایردوان کا سورج ڈب دے گا۔ کرنی ایکچھے کے ترکی پر اثرات

ترکی میں کسی بھی غیر ملکی کرنی میں بینک اکاؤنٹ کھولنا اس قدر آسان ہے کہ آپ موبائل ایٹیکلیکس کی مدد سے اسی وقت اپنی رقم اپنی من پسند کرنی میں محفوظ کر سکتے ہیں۔ ترک لیرا کو کمزور ہوتے دیکھ کر عام ترکوں نے بھی اپنی بچت ڈال میں تبدیل کر لیں جبکہ کرنی ایکچھے سے منافع کمانے کی دوڑ میں بھی کئی ترک اور غیر ملکی شامل تھے۔ اس وجہ سے بھی ڈالر کی مانگ اور قیمت میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔

دوسری طرف ڈالر کی قیمت کے مقامی مارکیٹ پر بھی منی اڑات پر رہے تھے، ہر چیز کی قیمت ڈالر کی قیمت سے نمی کر کے بڑھایا جا تھا اور مہنگائی آ سالوں کو بچھونے لگی جبکہ عام زندگی شدید مشکلات کا شکار تھی۔ مبینہ نہیں بلکہ ترک فیکٹریوں کو بھی درآمدی قیمت تعین کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا۔ عالمی خریداریاں بھی کئی اداروں نے روک رکھی تھیں کیونکہ کرنی میں صبح شام اتار چڑھا دیکھنے کو مل رہا تھا۔

علمی سیاست میں پاکستان کا کردار

ڈاکٹر ابراہیم مغل

ہونے سے اس کے خطرے بدرستور موجود ہیں اور ان دونوں دنیا میکرون سے نہنہ کی تیاری کر رہی ہے۔ یہ حالات ہمیں ابزار نہیں دیتے کہ عالمی ترقہ بندی کی حمایت کریں۔ اس پس منظر میں پاکستان کا یہ موقف حقیقت پرمنی اور قومی مفاد کا تقاضا ہے۔ اس دوران جب دنیا بڑی تیزی سے بلاکس میں تقسیم ہو رہی ہے، کوئی تو ہو جو بلاک کی بجائے پوری انسانیت کے مفاد کی بات کرے، مگر پاکستان یادگیر ہم خیالِ ممالک کچھ نہیں کر سکتے اگر عالمی قوتیں خود ہم نکراوے سے اجتناب کی واضح کوشش نہ کریں۔ تاہم عالمی قوتیں کس طرح حالات کو تناول کا شکار رکھنے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتیں اس کی ایک مثال نہیں امریکی صدر کی حایہ ورچوکل عالم جہوری کا فرنٹس کے دوران ملتی ہے جس میں امریکا کی جانب سے چین کو دعوت دینے کے بجائے تائیوان کو اس کا فرنٹس میں دعوی کیا گیا ہے۔ چین کے لیے یہ صورت حال کسی طور قابل برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس پر چین کا بوجوہ عمل آیا اسے فطری ہی کہا جانے گا۔ کسی عالمی مقصود پر کوئی کافر نہیں ہو، چلنگر، تسلی بخش پیش رفت عالمی پیغام سے مشروط ہے۔ چاہیے تو یہ کہ عالمی رہنماؤں میں دنیا کی رہنمائی کرتے مگر سیاست میں الجھ کرنا موقع کو ضائع کیا جا رہا ہے۔

عالمی حالات اور افغانستان کے معاملات نے اس خطے کو ایک تغیر پذیر صورت حال سے دو چار کر دیا ہے، جس میں پاکستان ایک دورا ہے پر کھڑا ہے۔ ہمیں کیا راست اختیار کرنا ہے؟ اس کا واضح تینیں کرنے کی ضرورت ہے اور یہ واضح تینیں ہوئے تک محتاج تحریک عملی اختیار کرنا ہمارے لیے زیادہ سود مند ہو گا۔ تاہم ایک بات طے ہے کہ پاکستان کسی بھی صورت میں چین کو ناراض کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پاکستان جو بھی فیصلہ کرے، اسے چین کو اعتماد میں لے کر کرنا ہو گا۔

﴿﴾ ﴿﴾

سیرت کے موضوع پر اسلامک ریسرچ ایئریڈی کی شائع کردہ کتاب
اول صدارتی ایوارڈ یافتہ
سیرت سید الابرار علیہ السلام
منیر احمد خلیلی
قیمت: ۱۲۰ روپے
اکیڈمی بک سینٹر۔ فون: 021-36809201

حالات کے ناظر میں اس خطے کی صورت حال اور علاقائی

اقوام کی ترجیحات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ دشمن گردی،

امریکی جنگ اور عدم تحفظ کے ماحول نے ان ممالک کو علاقائی

خط پر مضبوط لگ جوڑ بنا نے کی جانب راغب کیا ہے۔ ہوا کچھ

کے تعلقات اس خطے کے ممالک کے ساتھ پہلے بھی بہت بہتر

تھے، پاک چین تعلقات کے حوالے سے یہ بڑی واضح حقیقت

ہے، مگر پچھلے ہیں برسوں کے دوران اس خطے میں امریکی

مدخلت کے نتیجے میں بیدا ہونے والے حالات نے یہاں

کے ممالک کے لیے چین کے ساتھ علاقائی معاشر تعلق کو

مضبوط کرنے کے آپشن کو حالات کا لازمہ ہا دیا ہے۔ ان دو

دہائیوں کے دوران جب امریکی جنوبی ایشیا اور مشرقی وسطی

میں مس ایڈو پیورز میں مصروف عمل تھے، چین اور روس نے خود

کو معاشری، صنعتی، دفاعی اور سیاسی لحاظ سے باہم عورون تک

پہنچایا اور خود کو ایسا پارٹنر بنایا کہ پر انتباہ کیا جا سکتا

ہے۔ اب امریکا کے لیے اس حقیقت کو مانا مشکل ہو رہا ہے۔

مگر یہ حقیقت ہے اور اس کو قبول کیا جانا ہی اس سیارے کے

باسیوں کے لیے موزوں ہو گا۔ آج دنیا جن مصائب کا سامنا

کر رہی ہے وہ ماضی کے مقابلے میں کہیں بڑے ہیں، مگر ہم

نہیں کہہ سکتے کہ انسانوں کو درپیش چینجنجوں کی بیبی آخری حد

ہے۔ کورونا و ایس کی مسلسل تغیر پذیر صورتوں کو تھی دیکھ لیں،

یہ واضح اشارہ ہے کہ قدرت اس عالم رنگ و بو میں ہم

انسانوں کو چینجنجوں سے مسلسل نیبر آزمادی کیتا چاہتی ہے۔

کورونا وابھی سے ہمیں یہ سمجھنے کا موقع ملتا ہے کہ دنیا کی بڑی

معیشت اور امن عالم کے لیے سو مدنہ نہیں۔ چنانچہ پاکستان

کی یہ خواہش دو طرفہ اخلاص پرمنی ہے، لیکن اس کے اثرات

کیا ہوں گے، اس حوالے سے کچھ کہنا آسان نہیں کیونکہ جب

مفادات کا لکڑا اتنا کھل کر سامنے آجائے اور درپیش حالات

مزید ٹکنیکیں نکلاوے کی جانب اشارہ کرتے ہوں تو دو عالمی

طاقوں کے مابین غلچ کو کم کرنے کی خواہش کی تجھیں کے

امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ ہر کیف اس صورتحال و سمجھنے

میں امریکا کو مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ آج کا چین سرد

جنگ کے دونوں والے روس جیسا نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ

موجودہ روس بھی ماضی کے سو ویسے یونیں سانہیں۔ یہ ایک

ایسی بدینہ حقیقت ہے کہ دنیا میں طاقت کے محور تبدیل ہو چکے

ہیں۔ بچھلی دو دہائیوں کے دوران امریکا کے اپنے مس

ایڈو پیورز نے اس عمل کی فقار کو ہمیز کیا۔ ہم افغانستان کے

علمی منذر نے میں یہ وہ وقت ہے جب امریکا اور چین کے درمیان کمگھ کی تجھیں وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ ہوا کچھ یوں ہے کہ امریکا بہادر عالمی جہوری اور پوکل کا فرنٹ منعقد کرنے کے درپے ہے۔ اس سلسلے میں اس نے چین کو مدد مخونیں کیا اور تائیوان کو مدد عوکر رہا ہے۔ پاکستان کے لیے اس امر میں تشویش یوں اور زیادہ بڑھ گئی کہ اس نے پاکستان کو بھی مدد کر لیا ہے۔ امریکا کے لیے پاکستان کے چین سے برادرانہ تعلقات ڈھکے چھپنیں۔ پاکستان میں کسی بھی سیاسی پارٹی کی حکومت ہو، وہ امریکا اور چین کے ایک دوسرے کے آئندے سامنے آجائے کی صورت میں اپنا وزن چین ہی کے پلے میں ڈالے گی۔ خصوصاً اس نازک موقع پر اسلام آماد میں Conclave 2021 سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان کا یہ کہنا درست تھا کہ پاکستان کسی سیاسی بلاک کا حصہ بننے کے بجائے امریکا اور چین کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کا خواہش مند ہے۔

چین امریکا کے تعلقات میں پاکستان کا تاریخی کردار دو فوں ملکوں کی یادداشت کا حصہ ہے، اگرچہ اس وقت معاشری اور عالمی سیاسی بالادقی کی رسمیت نے چین اور امریکا کو ایک دوسرے کے مقابلہ لاکھڑا کیا ہے، مگر اس کے اثرات عالمی معیشت اور امن عالم کے لیے سو مدنہ نہیں۔ چنانچہ پاکستان کی یہ خواہش دو طرفہ اخلاص پرمنی ہے، لیکن اس کے اثرات کیا ہوں گے، اس حوالے سے کچھ کہنا آسان نہیں کیونکہ جب مفادات کا لکڑا اتنا کھل کر سامنے آجائے اور درپیش حالات طاقتیں کم کرنے کی خواہش کی تجھیں کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ ہر کیف اس صورتحال و سمجھنے میں امریکا کو مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ آج کا چین سرد جنگ کے دونوں والے روس جیسا نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ موجودہ روس بھی ماضی کے سو ویسے یونیں سانہیں۔ یہ ایک ایسی بدینہ حقیقت ہے کہ دنیا میں طاقت کے محور تبدیل ہو چکے ہیں۔ بچھلی دو دہائیوں کے دوران امریکا کے اپنے مس ایڈو پیورز نے اس عمل کی فقار کو ہمیز کیا۔ ہم افغانستان کے

ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور سیورت کاظم پوسیدہ ہو چکا ہے۔

اسرائیل وزیر خارجہ Yair Lapid مصری وزیر خارجہ سامح شکری سے ملاقات کے لیے قاہرہ میں موجود ہیں تاکہ مسئلہ فلسطین، غزہ کی پی کی صورتحال اور حماس کے ساتھ قیدیوں کے معاملے پر تبادلہ خیال کیا جائے۔ نمبر کے آخر میں مصری خفیہ ایجنسی کے سربراہ عباس کامل نے تل ابیل کا دورہ کرنا تھا، جو نہ ہو سکا، اس کے بعد اسرائیل وزیر خارجہ Yair Lapid نے قاہرہ کا دورہ کیا۔ نمبر کے آخر میں طے شدہ اس دورے میں جنگ بندی کو مصبوط بنانے اور اسرائیل اور حماس کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کے معاهدے پر بات چیت کی جانی تھی۔ تابع غور بات یہ ہے کہ حماس نے قیدیوں کے تبادلے کے معاهدے کو آگے بڑھانے کی تجویز پیش کی تھی، لیکن اسرائیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

غزہ میں حماس سے وابستہ فلسطینی اخبار کے سیاسی تجزیہ کار اور صحافی "ایاد القرہ" نے المانیٹر کو بتایا کہ مصر پر حماس کی قیادت کے غصے کی وجہ سے غزہ کی سرحدوں پر کشیدگی بڑھے گی۔ حماس اپنی ثانی کی کوششوں میں قاہرہ کو کوئی نئی تاریخ دینے کے موڈ میں نہیں ہے۔ تحریک نے قاہرہ کو نمبر کے آخر تک کا وقت دیا تھا۔ انہوں نے کہا، تو قع ہے کہ قاہرہ اور اسرائیل آنے والے دنوں میں حماس کے ساتھ کشیدگی کم کرنے کے لیے کچھ پیش رفت کریں گے۔

غزہ کی اسلامی یونیورسٹی میں میں الاقوامی تعلقات کے پروفیسر تیسیر حسین نے المانیٹر کو بتایا کہ "حماس اور فلسطین دھڑوں نے ثانی کی کوششوں پر مصر کو صوابید دی"۔ تاہم ان دھڑوں کو منصرے نے میوس کیا، جو جنگ ایمانی قربت اور دیگر عوامل کی روشنی میں مسئلہ فلسطین کے حوالے سے سیاسی و سفارتی اقدام پر اجراہ داری قائم کر رہا ہے۔ حسین نے وضاحت کی کہ "حماس کا خیال ہے کہ قاہرہ اور اسرائیل طویل مدتی جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے پر مراعات حاصل کرنے کے لیے معاهدے پر عملدرآمد میں تاخیری حرబے استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ تجویز اخذ کیا کہ قاہرہ آنے والے دنوں میں حماس کے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرے گا، کیوں کہ امریکی انتظامیہ، اسرائیل اور مصر ایک ایسے وقت میں جب وہ ایران کے ساتھ مشتمل کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، غزہ کی پی میں کسی قسم کی کشیدگی نہیں چاہتے۔" (ترجمہ: حافظ محمد نیوں نوں)

"Hamas slams Egypt for botched mediation, delayed reconstruction".
(al-monitor.com). December 10, 2021)

غزہ میں ایک بار پھر کشیدگی - ذمے دار مصر

رہا ہے۔ قیدیوں کے معاملے پر حماس سے مزید رعایتیں لینے کے لیے اس پر باؤ بڑھایا جا رہا ہے۔

Ahmad Abu Amer

اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی میں سُست پیش رفت پر مصر اور حماس کے درمیان ایک بار پھر کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حماس نے مصر پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ مجی میں آخری لڑائی کے بعد فلسطینی دھڑوں کے ساتھ طے پانے والے جنگ بندی کے مقابلہ میں ناچیخ کر رہا ہے۔ ابھی تک صرف دو مطالبات پورے کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک قطر کی طرف سے دی جانے والی امام اکی غزہ تک رسائی، اور دوسرا غزہ کی جنوبی پی میں کریم شالوم کراسنگ اور صلاح الدین گیٹ سے سامان کی بذریعہ آمد کی اجازت ہے۔

حماس کے اہلکار کا کہنا تھا کہ ہمارے پاس متعدد معلومات ہیں کہ، بہت سے معاملات پر مصر کا موقف اسرائیل سے بھی زیادہ خفت ہے۔ جیسا کہ غزہ کی تیغہ، اقتصادی سہولیات اور قیدیوں کے تبادلے جیسے معاملات۔ قاہرہ چاہتا ہے کہ حماس کو اسرائیل کے ساتھ حالیہ لڑائی کے بعد کوئی بھی داخلی کامیابی حاصل کرنے سے روکا جائے، تاکہ "فلسطینی اتحادی" اور "فتح تحریک" کی نازک صورتحال کی روشنی میں، حماس کی فلسطین میں قبولیت میں اضافہ نہ ہو۔

حماس کے ایک عہدیدار کا کہنا ہے کہ حماس اسرائیل کے ساتھ کشیدگی بڑھانے پر بھیگی سے غور کر رہی ہے، اسی سلسلے میں فلسطینی پارٹیوں کا اجلس جلد منعقد کیا جائے گا، جس میں کشیدگی میں بذریعہ اضافے کی منظوری دی جائے گی۔ حماس نے مصر کو معاهدے کی تمام مشتوک پر بیغیر کسی تاخیر کے عمل درآمد کے لیے نمبر کے آٹھ سوکت کی تاریخ دی تھی۔

حماس کے جس وفد نے اکتوبر کے شروع میں مصر کا دورہ کیا اور مصری ائمیں جنگ حکام سے کئی ملاقات تیکیں کیں، نے اس وقت ہونے والی بات چیت کو ثبت قرار دیا تھا۔ قیادت نے بتایا تھا کہ قاہرہ نے رفع کراسنگ کے ذریعے نقل و حرکت میں آسانی پیدا کرنے، اقتصادی حالات کو بہتر بنانے اور تعیر نو شروع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ تاہم دو ماہ گزرنے کے بعد بھی غزہ والوں کو بھی تک کوئی ٹھوں کا روائی ظہرنیں آئی۔

دریں اشنا، غزہ میں حالاتِ زندگی ایکروز ہوتے جا رہے ہیں۔ اس دوران فلسطینیوں کی نوجوانی کو کچھ اقتصادی سہولیات فراہم کیں اور فوج کراسنگ کے ذریعے فلسطینیوں کی نقل و حرکت میں بھی سہولت فراہم کی تاہم یہ سہولت حماس کے لیے کافی نہیں تھیں۔

حماس کے ایک اہلکار نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر "المانیٹر" کو بتایا کہ قاہرہ اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے اور معاهدے کی شرائط سے حماس کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر

سری لنکا: داخلی، علائقی اور عالمی چیننگز

Nilanthi Samaranayake

وقت اور قدرتی آفات میں مدد بھی فراہم کرتا ہے جس سے اس کے قد میں زمزیدہ اضافہ ہوا ہے۔ بنگالادیش کی بڑھتی ہوئی اقتصادی کامیابی اور غنیج بیگان میں بار بار آنے والے طوفانوں اور سیلا باؤں کی جدائی سے منٹنے کے لیے بہتر اقدامات سری لنکا کے لیے سبق ہیں کہ وہ بھی قومی ترقی پر موجود ہے۔

جنوبی ایشیا کے چھوٹے ممالک کے درمیان شرکت داریاں بھی منظر عام پر آ رہی ہیں جن میں بھارت ایک شرکت دار ملک کے طور پر شامل ہے۔ سری لنکا، مالدیپ اور بھارت کے درمیان ایک دہائی قبل شروع ہونے والے بحری سلامتی کے سفر لیتی معاهدے کو حال ہی میں نئی شکل دی گئی ہے۔ اس فورم میں بنگالادیش کی شمولیت کے آثار نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ بنگالادیش کی بڑھتی ہوئی اقتصادی کامیابیوں سے سبق سیکھنے کے ساتھ ساتھ ان ممالک سے تعلقات استوار کرنا بھی ضروری ہے۔ سری لنکا چیزیں ملک کے لیے جنوبی ایشیا میں ہونے والے مختلف اتحادوں کے چیلنجوں کا سامنا کرنے اور بھارت اور جیجن کے سامنے اپنے "آپشز" کو متعدد ہونے کی ضرورت ہے۔

داخلی چیننگز:

سری لنکا کو قومی سطح پر تاریخ کے سب سے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ کورونا وبا کی مریض سے پہلے بھی، اسے کم اور درمیانی آمنی والے ملک کے طور پر اہم اقتصادی چیلنجوں کا سامنا تھا، جس میں مجموعی ملکی پیداوار اور قرضوں کے درمیان بڑھتا ہوا تناسب، زر مبادلہ کے کم ذخیر، اور کثیر اچھتی ترقیاتی بینکوں کو قرض کی ادائیگی کے شیدوں شامل تھے۔ ۲۰۲۱ء میں سری لنکا نے اپنی "مبین ٹو ٹا" بندراگ ۹۹۶ سال کی لیز پر چینی کمپنی کو دے دی تھی، جس کا متصدرا برادر است پریونی سرمایہ کاری اور قرضوں کی ادائیگیوں کی صورت حال کو بہتر بنا تھا۔

وابائی مریض نے اس معاشری صورت حال کو مزید بگاڑ دیا۔ اب یہ خراب صور تھا خوراک کی کمی تک پہنچ پہنچ ہے۔ سفری پابندیوں اور لاک ڈاؤن نے مانع بخشنی سیاحت کی صنعت کو تباہ کر دیا ہے۔ سیاحت سے غیر ملکی کرنی کی آمد کو لمبو کے لیے ضروری ہے تا کہ وہ ایشیائی ترقیاتی بینک اور ولاد بینک دونوں کے ساتھ ساتھ خود مختار بائز کے لیے اپنے وعدوں کو پورا کرے۔ ملک کا قرض، یہ ڈی پی کا تناسب مستقبل بڑھ رہا ہے جو کہ ایک اندازے کے مطابق ۱۰ فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ سری لنکا کو ترقی یا پار ارب ڈالر اسالا نہ وا جب الادیں۔ ایک ایسے ملک کے لیے جو اپنی تاریخ میں کبھی قرض پر نا دہنہ نہ ہونے

کے قیام کا منصوبہ پیش کیا گیا، اس قرارداد کو اقوام متحدہ نے منظور بھی کر لیا۔ تاہم عالمی طاقتون کی سیاست میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اسی لیے سری لنکا میں قیادت تبدیل ہوئی تو باقاعدہ طور پر واشنگٹن سے سفارتی اور معاشری تعلقات مضبوط کیے گئے۔ ۸۰ء کی دہائی تک امریکا سے تعلقات میں بہتری کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کے ساتھ کشیدگی میں اضافہ ہو گیا۔

سرد جنگ کے دوران بھارت کے لیے اپنے پڑوں میں سب سے زیادہ پریشانی امریکا کی موجودگی سے ہوتی تھی، خاص طور پر ۱۹۷۱ء میں۔ اور اب ہمیں ڈراؤنے چین میں سے ہے، ایک ایسے وقت میں جب وہ کولمبیا سے تعلقات مضبوط کرتا چاہا ہے۔ امریکا، بھارت، جاپان اور آسٹریلیا کے ساتھ "کواڈ" کی بھائی نے بھرہند کے اندر وسیع تر اسٹریٹجی ماحول کو سری لنکا کے نقطہ نظر سے اور بھی پیچیدہ ہنادیا ہے۔

سری لنکا اور جنوبی ایشیا:

علائقی نقطہ نظر سے، اگرچہ سری لنکا کے بھارت کے ساتھ تعلقات تجویز کاروں کی سب سے زیادہ توجہ مبذول کرتے ہیں، لیکن جنوبی ایشیا کے چھوٹے ممالک، بنگالادیش، نیپال، بھوٹان اور مالدیپ کے ساتھ اس کے روابط بھی اہمیت کے حوال ہیں۔ جنوبی ایشیا کے یہ تمام چھوٹے پانچ ممالک آبادی، میکیت اور فوجی طاقت کے لحاظ سے بھارت کے ساتھ غیر متناسب تعلقات رکھتے ہیں، اور انہی دلیلی کے ساتھ دو طرف تعلقات میں اکثر کمزور ادا کار ہوتے ہیں۔ سری لنکا کو علاقائی تو ازان کو فروغ دینے کے لیے ان ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

اس کی ایک حالیہ مثال سری لنکا کا بنگالادیش سے ۲۵۰ ملین امریکی ڈالر کی کرنی کا تبادلہ ہے، جس کی سری لنکا کو اشد ضرورت تھی۔ آزادی کے پچاس سال بعد، بنگالادیش اقوام متحدہ کے "کم ترقی یافتہ ملک" کے درجے سے آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کے خوازے میں زر مبادلہ کے کافی ذخیر ہیں۔ بیرون ملک کام کرنے والے شہریوں کی زیادہ پاکستان بھارت خراب تعلقات کا اچھا خاص اثر سری لنکا پر بھی پڑ سکتا تھا۔ اور اس کو بھی مزید خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔

مثال کے طور پر ۱۹۷۱ء میں سری لنکا نے بھرہند میں عالمی طاقتون کی بڑھتی ہوئی فوجی موجودگی کے پیش اقوام اقتصادی فوائد نے جنوبی ایشیا میں اس ملک کی حیثیت کو رسمی تحدید میں ایک قراداد پیش کی، جس میں "بھرہند اس زون"

سری لنکا، بھرہند کے مرکز میں اپنی منفرد حیثیت کی وجہ سے حالیہ تزویری تی مباحث میں ایک اہم موضوع بن گیا ہے۔ بیلٹ اینڈ روڈ چیسے منصوبوں کے ذریعہ چین کی جنوبی ایشیا میں بڑھتی ہوئی دیپٹی کے بعد اسٹریٹجیک میونٹی میں یہ سوالات اٹھنے لگے ہیں کہ آپا کولمبین کو فوجی اڈہ بنانے کی اجازت دے دے گا؟ اس طرح کے اقدام کے مضرات کے پیش نظر، وسیع تر ہے۔ بھرہند میں سری لنکا کے مقام کو تھنھے کے لیے جیو اسٹریٹجیک، علاقائی اور قومی سطح پر سری لنکا کا جائزہ لینا ہو گا۔

جنگ افغانی و تزویری تی سطح پر، سری لنکا سرد جنگ کے دوران بڑی طاقتون کی نقل و حرکت کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جنوبی ایشیا میں سری لنکا کے بھارت کے ساتھ "ہمیشہ غیر متناسب تعلقات رہے ہیں، لیکن ان تعلقات میں سری لنکا کی پوزیشن ہمیشہ کمزور ہی رہی ہے۔ تاہم اس کے پاس علاقائی ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط کرنے کا موقع ہے۔ سری لنکا کا سب سے بڑا چیننگ قومی سطح پر ہے،

جہاں اسے بگڑتے ہوئے معاشری بحران کا سامنا ہے۔ سری لنکا کی بھرہند افغانی و تزویری تی اہمیت: آج کل بہت سے مصرین سری لنکا کو نیادی طور پر چین امریکا میں مبالغہ کے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ بھرہند کے خطے میں ایک چھوٹی سی ریاست کا عالمی طاقتون کی رقبات کے اثرات سے نہنما کوئی نئی بات نہیں۔ سرد جنگ کے دوران بھی سری لنکا اس طرح کے حالات سے نہ رہ آزمراہا ہے۔ جب

ایک طرف تو سویت یونین اور بھارت ہوتے تھے اور دوسری طرف امریکا اور پاکستان۔ اس دور میں سری لنکا نے بہت اچھے طریقے سے کسی خاص گروپ کی حمایت کیے بغیر دونوں اطراف اپنے تعلقات قائم رکھے۔ وہ دوسری صورت میں پاکستان بھارت خراب تعلقات کا اچھا خاص اثر سری لنکا پر بھی پڑ سکتا تھا۔ اور اس کو بھی مزید خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔

مثال کے طور پر ۱۹۷۱ء میں سری لنکا نے بھرہند میں عالمی طاقتون کی بڑھتی ہوئی فوجی موجودگی کے پیش اقوام اقتصادی فوائد نے جنوبی ایشیا میں اس ملک کی حیثیت کو رسمی تحدید میں ایک قراداد پیش کی، جس میں "بھرہند اس زون"

کے ساتھ تعاون ہے۔ جنوبی کوریا دیگر چھوٹے جنوبی ایشیائی ممالک کے لیے ایک اہم تجارتی اور ترقیتی شراکت دار کے طور پر ابھر رہا ہے، جو سری لنکا کو اپنی طویل مدتی اقتصادی حکمت عملی کو آگے بڑھانے کے لیے ایک مقابل راستہ تجویز کرتا ہے۔ ایک اور ثابت پیش رفت، جنین پا بھارت کے علاوہ، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے ۸۷ ملین امریکی ڈالر کی امداد کو قبول کرنے کا فیصلہ ہے۔ اگرچہ یہ صرف ایک محدود پیمانے کی مدد ہے طویل مدتی حل نہیں، لیکن یکوئی یہی کامیابی انجمن اور دو طرفہ کرنی کے تبدیلے سے سری لنکا کو سال کے آخریک ان پیغمبر ملکی زر مبادلہ کی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد ملے گی۔ لیکن ملک کو در پیش قومی چیلنجز بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ چھوٹی سی یہ ریاست تینوں سطحیوں پر کس طرح آگے بڑھتی ہے یہ آنے والی دہائی میں اس کی بھاکے لیے اہم ہو گا۔

(ترجمہ: خاظم محمد نویز ندن)

"Sri Lanka: Navigating Geopolitics, Regional Asymmetry, and a National Crisis".
("southasianvoices.org"). December 9, 2021)

لیقیہ: ترک معیشت: طبیب ایردوان کے غیر معمولی فضیلے؟
ایردوان کے اس نئے معاشری ٹول کا مختلف ثبت اور منفی پہلوؤں سے جائزہ تو لیا جاتا رہے گا اور بہت کچھ وقت بھی ثابت کر دے گا تاہم ترکش کرنی کو کسی حد تک محفوظ بنا لیا گیا ہے، ترک معیشت کو اس گروٹ کے علاوہ کسی منفی اشاریہ کا سامنا فی الحال نہیں تھا۔

ترکی اس وقت دنیا میں تیزی سے اقتصادی ترقی کرنے والے ممالک میں سر فہرست ہے۔ آئی ایم ایف، اسٹینڈرڈ ایئند پورز، مودیز، آئی ایم ایف اور اقوام متحده کے مطابق ترکی ۲۰۲۱ء-۲۰۲۲ء میں دنیا میں سب سے زیادہ صرفت سے ترقی کرنے والا ملک ہے۔

ترکی کا اس وقت تجارتی جگہز شہر سال کے مقابلے میں ۷۴٪ فیصد بڑھتے ہوئے ۳۰۰ رارب ڈالر کے لگ بھگ ہے اور برآمدات میں نیا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے ۲۵۰ رارب ڈالر کے لگ بھگ آمدی حاصل کی جا پکی ہے، جبکہ دفاعی صنعت میں ترکی نے پہلے ۱۱ ارماں میں ۲۰۰ رارب ۸ کروڑ ڈالر اور سیاحت کے شعبے سے کورونا کی وجہ سے مختلف پابندیاں ہونے کے باوجود ۲۰۰ رارب ڈالر کی آمد سے ۳۰ رارب ڈالر کی جگہ آئندہ سال ۵ رارب ڈالر کی آمد سے ۳۰ رارب ڈالر کی آمدی کی توقع ہے۔

(حوالہ: "دان نیوز ڈائیلی وی" - ۲۰۲۱ء دسمبر)

حکمت عملیوں کو لا گو کر سکتا ہے۔ ایک بار کولبوا ان ادائیگیوں کے مسئلے سے نکل گیا تو اپنی اقتصادی صورت حال کو بہتر طریقے سے انجام دے پائے گا اور اس کے لیے ترقی کی راہ پر چنان آسان ہو جائے گا۔

تاہم، سری لنکا کا سب سے مشکل کام تو می سٹھ پر ہے،

مزید برآں، گز شتم تین برسوں میں بڑھتے ہوئے

سیکورٹی خطرات نے بھی حکومت کے لیے خطرے کی گھنٹی جھائی ہے۔ اپریل ۲۰۱۹ء میں ایسٹر کے روز، گرجا گھروں اور

ہوٹلوں کو بم حملوں میں نشانہ ہایا گیا، جس سے ملک میں داعش

اور اس سے متاثرہ گروہوں کی موجودگی کا اکٹھاف ہوا۔ یہ

دہشت گرد محلے ۲۰۰۹ء کی خانہ جنگی کے خاتمے کے بعد

دہشت گردی کی سب سے بڑی کارروائی تھی۔ پیچھے دوساروں

میں ماحولیاتی بحران بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ ۲۰۲۰ء میں "نیو

ڈانڈنڈ" نامی تیل کے جہاز میں ڈیزیل اینڈھن کے رساؤ کے

ساتھ آگ لگی۔ اس سال کے آغاز میں ایک اور تباہ کن

واقعہ پیش آیا، جس میں Pearl X-Press میں ایسا جہاز، جس میں

کیمیکل کے کٹیزیر تھے آگ لگنے کی وجہ سے ڈوب گیا۔ ان

آفات نے ماحولیاتی نظام کو لاحدہ دونصان پہنچایا، جس کا

اندازہ لگانے میں برسوں لگ جائیں گے۔ ایک ایسا ملک جو

جزیروں پر مشتمل ہے اور سمندری راستے جس کے لیے اہمیت

کے حامل ہیں وہاں سمندری ماحولیات کو اس قسم کا نقصان پہنچا

بہت بڑے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

مستقبل کی منصوبہ بندی:

مستقبل میں سری لنکا کو یہ ہے، واشنگٹن، اورنی دہلی کے

دریمان مقابله بازی کو اسی طرح توازن کے ساتھ لے کر چلانا ہو گا جیسا کہ وہ سر د جنگ میں چلتا رہا۔ ایسا کرنے کے لیے

ایک بار پھر بھارت کے ساتھ اپنے غیر متناسب طاقت کے

تعاقبات کاحتیاط سے آگے لے کر چلانا ہو گا۔ اپنے لیے موقع

کو منبع بنانے کے لیے، سری لنکا کو جنوبی ایشیا کے دیگر

چھوٹے ممالک کے ساتھ تعاون پر زیادہ توجہ دینے کی

ضرورت ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور رابطوں کے

امکانات کا بہتر فائدہ اٹھایا جاسکے۔ کولبوا میں یہ ایک اور ایشیائی

ترقبیاتی بینک جیسے کیا جائے گی ترقیاتی بینکوں کے ساتھ مل کر

اپنے قرضوں کی وابستی کے شیدوں کو اس سرنوشتی کر سکتا ہے۔

یہ بگلا دیش اور مالدیپ جیسے شراکت داروں کے ساتھ ایک

مسئلم طریقے سے رابطہ برقرار کر کر اور ان ممالک کی قرضوں

کے حوالے سے پالیسیوں کو قریب سے دیکھ کر اپنے ہاں ان

ترک معیشت کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

سری لنکا کی جاری ترقی میں ایک حوصلہ افزار جان پانچ

سو ملین امریکی ڈالر کے رعایتی قرض کے ذریعے جنوبی کوریا

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

سری لنکا کی جاری ترقی میں ایک حوصلہ افزار جان پانچ

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

سری لنکا کی جاری ترقی میں ایک حوصلہ افزار جان پانچ

سو ملین امریکی ڈالر کے رعایتی قرض کے ذریعے جنوبی کوریا

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

جنین سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ فعال، ترقیاتی مقاصد کے لیے منصوبے ضروریں میں

آتے رہے ہیں۔ کورونا وبا کے دوران معاشری پریشانی سے

منٹنے کے لیے جنین سے مالی مدد کی درخواست نے ایک غلط

تاثر دیا ہے۔ اس سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی ہے کہ سری

لنکا جنین کا بہت بڑے پیمانے پر متروک ہے، اسی لیے وہ

بینگ کے جو اس سے ملک کی عادت کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے

پر مجبور ہو گا۔ بیرونی قرضوں کا جائزہ لیں تو سری لنکا کے ذمے

جنین کا حصہ صرف ۱۰٪ سے ۲۱٪ فیصد ہے۔ اس لیے اپنے

شرکت داروں کو منبع بنانے سے ایک ملک پر بہت زیادہ

انحصار کرنے کی عادت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

کے دلیل اور اس کے علاوہ اور منفی

کورونا وبا کے ذریعے مالی مدد کی درخواست کی تھی

جس سے داخلی جنگوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے،

مصرین نے کوبلو و سوچ ترک اقتصادی مسائل سے منٹنے کے لیے

آدابِ زندگی سکھانے والا چل بسا

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام نندوی، نئی دہلی

ان کی کم ویش پائچ درجن چھوٹی بڑی تصانیف ہیں، جن میں سے بعض کے دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہوئے اور انہیں بر صغیر ہندو پاک اور دیگر ممالک میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ان میں قرآنی تعلیمات، آدابِ زندگی، داعی اعظم، آسان فقہ، روشن ستارے، شمع حرم، شعورِ حیات، تمکر القرآن (تفیر سورہ میس) تذکر القرآن (تفیر سورہ صاف)، درس قرآن، قرآن کو سمجھ کر پڑھی، مطابق قرآن کیوں اور کس طرح؟ تفہیم الحدیث، مکمل حدیث، حدیث رسول، استقبال رمضان، قیادت کے اوصاف اور امت کی ذمہ داریاں، ختم نبوت قرآن کی روشنی میں، عقیدہ ختم نبوت اور تقاضے، اسلامی معاشرہ اور اس کی تعمیر میں خاتمین کا حصہ، حسنی معاشرت اور اس کی تجھیل میں خاتمین کا حصہ، خندانی استحکام، وغیرہ خصوصیت سے قبل ذکر ہیں۔ مولانا نے دو تویی اسفار بھی بہت کیے ہیں اور بر صغیر کے ممالک کے علاوہ انگلینڈ، امریکا، جاپان، آسٹریلیا اور خلیج کے اکثر ممالک میں بھی تشریف لے گئے ہیں۔

میری ابتدائی تعلیم مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند رام پور میں ہوئی ہے۔ وہاں میرا داخلہ ۱۹۴۷ء میں ہوا تھا۔ بوڑھ گہ باؤس سے قریب کی مسجد کو اونچی مسجد کہا جاتا تھا۔ اس کے سامنے ہی مولانا کا بڑا مکان تھا۔ میں انہیں نماز پڑھنے کے لیے برادر آتے جاتے دیکھا کرتا تھا۔ درس گاہ سے فراغت کے بعد میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء لاکھنؤ آگیا۔ وہاں مشہون نویس کا شوق پیدا ہوا تو میں نے اپنے مدرسائیں جن رساں میں اشاعت کے لیے بھیجاں میں ماہ نامہ ذکر کی بھی تھا۔ اس میں میرے کئی مضامین شائع ہوئے۔ مولانا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اُس دور کے کئی خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔ میری چھوٹے بھائی ڈاکٹر سیف الاسلام نے جامعۃ الصالحات میں اور چھوٹے بھائی ڈاکٹر سیف الاسلام نے مرکزی درس گاہ میں تعلیم حاصل کی۔ انہیں لینے اور پہنچانے رام پور جانا ہوتا تھا۔ میری الہیکی تھیجیوں کا داخلہ کروانا ہوا تو میری درخواست پر مولانا نے خصوصی طور پر داخلہ کی منظوری دی۔ بعد میں جماعت اسلامی ہند حلقة اتر پردیش کی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس شوریٰ میں مولانا کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا ہے۔ مولانا بہت محبت سے ملتے، احوال دریافت کرتے، میرے علمی کاموں کی ستائش کرتے اور کبھی ان میں اصلاح طلب باتوں کی طرف رہنمائی کرتے۔

باتی صفحہ نمبر ۱۳

۱۹۷۰ء میں ادارہ تصنیف علی گڑھ منتقل ہوا تو مولانا اصلاحی نے وہاں جانے سے مغدرت کر لی اور امام پور میں ہی رہ کر تجارت شروع کی اور علمی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے ۱۹۷۲ء میں ادارہ ذکری قائم کیا، جس سے ایک ماہنامہ ”ذکری“ نکالنے لگے اور ایک مکتبہ بھی بنیادو ڈالی۔ یہ دونوں چیزوں ان کے صاحبزادوں سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعہ علمی و دینی خدمات انجام پار ہیں۔

رام پور میں جماعت اسلامی ہند کی بزرگ شخصیت مولانا ابو سلیم عبدالحی نے لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لیے پچھوں کا مدرسہ قائم کیا تھا، جو ترقی کر کے جامعہ الصالحات ہے۔ اس زمانے میں لڑکیوں کی دینی تعلیم کے ادارے خال خال تھے، اس بنا پر اسے ملک و بیرون ملک میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ مولانا عبدالحی کے انتقال کے بعد اس کا لاظم جناب توسل حسین اور ان کے انتقال کے بعد مولانا یوسف اصلاحی کے سپرد ہوا، تو انہوں نے اسے ترقی کے باسم عروج پر پہنچا دیا۔ رام پور میں ہی جماعت کی راستہ گمراہی میں ابتدائی تعلیم کے لیے مرکزی درس گاہ قائم کی۔ ایرجنسی (۱۹۷۵ء) کے بعد ایک مقامی کمپنی بنا کر اس کا لاظم اس کے حوالے کر دیا گیا تو مولانا اصلاحی کو اس کی مجلس مفتخر کا صدر بنا ہیا گیا۔ یہ دونوں ادارے مولانا کی زندگی کے آخری ایام تک ان کی سرپرستی میں سرگرم عمل رہے اور آئندہ بھی ان کے لیے صدقہ جاریہ بننے رہیں گے، ان شاء اللہ۔

مولانا جماعت اسلامی ہند کی مختلف ذمہ دار پوس پر فائز رہے۔ وہ کئی میقاتوں سے جماعت کی اعلیٰ اختیاراتی بادی مجلس نمائندگان، مرکزی مجلس شوریٰ اور ریاستی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ وہ ان کے اجلاؤں میں پابندی سے شریک ہوتے اور اپنے مشوروں سے نوازتے تھے۔

مولانا مصروف کے خطابات اور درسوں قرآن بہت مؤثر ہوتے تھے۔ ان میں سے بہت سے یو ٹیوب پر اپ لوڈ ہیں۔ ان میں الفاظ کا شکوہ اور بیان کی گھنگری تو نہیں ہوتی تھی، لیکن ابلاغ و ترسیل کمال کا ہوتا تھا اور دل نیز در دل ریزد والا معاملہ ہوتا تھا۔ وہ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ قرآنیات، حدیث، سیرت، فقہ اور دیگر موضوعات پر گزارنے کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔

مولانا یوسف کی ولادت ۱۹۳۲ء میں بریلی (ریاست اتر پردیش) میں ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ ان کے والد مولانا عبد القدم خان تفہیم وحدیث کے بڑے عالم تھے۔ تجوید و حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے بریلی اسلامیہ کالج سے ہائی اسکول پاس کیا۔ پھر والد ماجد کی خواہ پر مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے، جہاں دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ پلے گئے اور وہاں کے اساتذہ، خاص طور پر مولانا اختر انصار اصلاحی سے سب فیض کیا۔ انہوں نے اقبالی نہروں سے سندھ فضیلت حاصل کی۔ مدرسہ الاصلاح سے فارغ ہوتے ہی وہ جماعت اسلامی ہند کے رکن بن گئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔

جماعت اسلامی ہند نے علمی کاموں کی انجام دہی کے لیے اپنے مرکز میں، جو ان دوں رام پور میں تھا، ادارہ تصنیف قائم کیا۔ مولانا صدر الدین اصلاحی ”واس کا ذمے دار بنایا گیا۔ مولانا محمد فاروق خاں، مولانا سید جلال الدین عمری اور دیگر حضرات کے ساتھ مولانا یوسف اصلاحی بھی اس سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا کی ابتدائی تصنیف آدابِ زندگی، کوئی معنوی شہرت حاصل ہوئی۔ ہندی، انگریزی اور بعض دیگر زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، ہندو پاک میں اس کے بے شمار ایڈیشن طبع ہوئے اور لاکھوں افراد نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ یہ بڑی موثر کتاب ہے۔ اس میں بہت سادہ اور آسان زبان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی

"اویکرون" ہماری توجہ چاہتا ہے!

زیادہ خطرناک قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہ انتباہ بھی کیا ہے کہ اگر ہمکو تو نے بھر پر توجہ نہ دی تو اویکرون سے متاثر ہونے والوں کی کی نہیں بلکہ اس کے باعث ہلاک ہونے والوں کی تعداد بھی بہت بڑھ سکتی ہے۔ ماہرین نے اس لئے پر زور دیا ہے کہ کرونا کی وبا سے بہت کچھ سکھا جائے، دیکھا جائے کہ کس طور کوئی وبا پوری دنیا کو تھہہ والا کر سکتی ہے اور یہ آئندہ ایسی کسی بھی وبا کی راہ مسدود کرنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیے جانے چاہیں۔

کرونا کی وبا نے پوری دنیا کو شدید معماں مشکلات سے دوچار کیا ہے۔ اب طبی ماہرین اور سیاسی تجزیہ کار اس لئے پر زور دے رہے ہیں کہ دنیا بھر میں پالیسی ساز اس بات کو قبیلی ہنا نہیں کہ کوئی بھی وبا پوری انسانیت کو خطرے میں نہ ڈالے۔ کسی بھی وبا کی روک تھام کے حوالے سے الٹ رہنے کی بھی ضرورت ہے اور یہ بھی یقین ہنا یا جانا چاہیے کہ کوئی حکومت معاملات کو بے دلی یا لاپرواٹی سے نہ لے۔

کرونا کی تیسری لہر کے طور پر اویکرون کے حوالے سے بہت بڑے خطرے کا انتباہ کیا جا رہا ہے۔ کرونا کی دوسرا لہر کے دوران بھارت میں معاملات انتہائی خطرناک ٹکل اختیار کر گئے تھے، جب یومیہ ایک لاکھ تک کیس سامنے آ رہے تھے۔ تب پورے ملک میں شدید بدحواسی پھیل گئی تھی اور حکومت بھی بوکلا گئی تھی۔ کرونا کی وبا کے سامنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے والوں کی تعداد انتہائی پریشان کن حد تک بڑھ گئی تھی۔ حدیہ ہوئی کہ لوگ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے نام پر پاگل پن کی حد تک پہنچ گئے۔ بہت سوں نے اہل خانہ تک کو ایک طرف بٹا کر اپنے ذاتی تحفظ کو اولیت دی۔ ملک بھر میں معمور ترین افراد کی دیکھ بھال کرنے والے نہ ہے۔

ماہرین نے اویکرون کے حوالے سے بھارت کے لیے شدید خطرات کی پیش گوئی کی ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اویکرون نے زور پکڑا تو بھارت میں یومیہ لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ کیس بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ طبی شعبے کے اعلیٰ سرکاری افسر منیزدگار وال کہتے ہیں کہ اویکرون سے بھارت میں بھی پریشان کن صورت حال پیدا ہو سکتی ہے تاہم یہ صورت حال جنوبی افریقا سے کم پریشان کن ہو گی۔

بھارت میں معماں عدم معاملات انتہائی خطرناک ٹکل اختیار کر چکی ہے۔ صرف اور فیصد افراد کے ہاتھوں میں ملک کی ۷۵ فیصد دولت ہے جبکہ ملک کی نصف آبادی کے پاس

باقی صفحہ نمبر ۱۳

کردہ شدید معماں مشکلات کا سامنا کرنے کی صلاحیت و سکتی بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔

افریقا میں کرونا ویکسین لگوانے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس حقیقت نے بھی کرونا کے نئے ویریخت کے حوالے سے جنوبی افریقا کو باقی دنیا کے لیے انتہائی خطرناک بنا دیا ہے۔ ۳۰ دسمبر کو جنوبی افریقا میں اویکرون کے ایکس

سامنے آئے جو روایا سال کرونا ویس کے حوالے سے ایک دن کا ریکارڈ ہے۔ واضح رہے کہ اویکرون سے مرنے والوں کی تعداد صرف ۲۱ ہے۔ ۵ دسمبر کو پورے جنوبی افریقا میں کرونا

کے ایکس ۱۲۵ ریکس سامنے آئے جبکہ بلاکت صرف ایک تھی۔ اس میں کوئی شکن نہیں کہ اویکرون کے باعث جنوبی افریقا اور

اس سے متعلق ممالک میں اپنا مل میں داخل ہونے والوں کی تعداد بڑھی ہے، مگر ساتھی ممالک کو رہنماؤں نے ترقی یافتہ

ممالک پر شدید غلظتی چینی شروع کر دی۔ آج دنیا بھر میں اویکرون کے حوالے سے انتہائی خطرناک طاہر کیا جا رہا ہے اور

اسی حوالے سے جنوبی افریقا سمیت افریقی ممالک سے انتیازی سلوک روکھا جا رہا ہے۔

جنوبی افریقا کے نیوز پورٹ "آئی او ایل" نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ نیشن مینڈیا زندہ ہوتے تو کسی میں جنوبی افریقا سے اس نوعیت کا انتیازی سلوک روک رکھنے کی ہمت نہ ہوتی۔ افریقا کے باشندوں کو اویکرون کی بیماری پر دنیا بھر میں شدید نسلی امیاز کا سامنا ہے۔ یہاں پیدا کیا جا رہا ہے

کہ افریقی ممالک پوری دنیا میں کرونا ویس پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ جنوبی افریقا کی نیوز ویب سائٹ "میورک" نے لکھا ہے کہ جنوبی افریقا اور دیگر افریقی ممالک کے باشندوں پر سفر کی پابندیاں عائد کر کے ترقی یافتہ دنیا شدید نوعیت کی نسلی تغیریت پیدا کرنا چاہتی ہے اور یہاں

دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ صرف افریقا ہی پوری دنیا میں کرونا کی وبا پھیلارہا ہے۔ یہ چھاپ بھی قائم کی جا رہی ہے کہ اویکرون تو ہے ہی افریقی پیاری۔ "میورک" نے مزید

لکھا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک افریقی ممالک سے دوستی کا راگ الائپتے ہیں اور اس خطے کے لیے بہت سے ترقیاتی منصوبوں کا اعلان بھی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ ایسے اقدامات بھی

کیے جا رہے ہیں جن سے ان ممالک کی کرونا کی وبا کی پیدا میں شریج اموات بھی بڑھ رہی ہے۔ ماہرین نے اویکرون کو

نومبر کے آخر میں ماہرین کو جنوبی افریقا میں کرونا ویس سکتی بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ بُری سوانا سے

ملنے والی معلومات کو عالمی ادارہ صحت نے پوری دنیا کے سامنے رکھا تاکہ زیادہ سے زیادہ محتاط رہنے کی تیاری کی جاسکے۔ عالمی ادارہ صحت نے اویکرون کو بہت تیزی سے سفر

کرنے والے ویریخت کی حیثیت سے انتہائی خطرناک کرونا ویس کے درجے میں رکھا ہے۔ اس کے بعد ہی دنیا بھر کے ممالک نے جنوبی افریقا سے ۲ نے والوں پر پابندیاں لگانے کا عمل شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ افریقی ممالک کو فراہم کی جانے والی کرونا ویکسین کی افادیت کے بارے میں بھی تحقیقات نے سراخنا شروع کر دیا۔ جب افریقی ممالک میں دی جانے والی کرونا ویکسین کی افادیت پر سوال اٹھائے جانے لگے تو افریقی ممالک کے رہنماؤں نے ترقی یافتہ

ممالک پر شدید غلظتی چینی شروع کر دی۔ آج دنیا بھر میں اویکرون کے حوالے سے انتہائی خطرناک طاہر کیا جا رہا ہے اور

اسی حوالے سے جنوبی افریقا سمیت افریقی ممالک سے انتیازی سلوک روکھا جا رہا ہے۔

جنوبی افریقا کے نیوز پورٹ "آئی او ایل" نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ نیشن مینڈیا زندہ ہوتے تو کسی میں جنوبی افریقا سے اس نوعیت کا انتیازی سلوک روک رکھنے کی ہمت نہ ہوتی۔ افریقا کے باشندوں کو اویکرون کی بیماری پر دنیا بھر میں شدید نسلی امیاز کا سامنا ہے۔ یہاں پیدا کیا جا رہا ہے

کہ افریقی ممالک پوری دنیا میں کرونا ویس لگھانے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ جنوبی افریقا کی نیوز ویب سائٹ "میورک" نے لکھا ہے کہ جنوبی افریقا اور دیگر افریقی ممالک کے باشندوں پر سفر کی پابندیاں عائد کر کے ترقی یافتہ دنیا شدید نوعیت کی نسلی تغیریت پیدا کرنا چاہتی ہے اور یہاں

دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ صرف افریقا ہی پوری دنیا میں کرونا کی وبا پھیلارہا ہے۔ یہ چھاپ بھی قائم کی جا رہی ہے کہ اویکرون تو ہے ہی افریقی پیاری۔ "میورک" نے مزید

لکھا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک افریقی ممالک سے دوستی کا راگ الائپتے ہیں اور اس خطے کے لیے بہت سے ترقیاتی منصوبوں کا اعلان بھی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ ایسے اقدامات بھی

کیے جا رہے ہیں جن سے ان ممالک کی کرونا کی وبا کی پیدا میں شریج اموات بھی بڑھ رہی ہے۔ ماہرین نے اویکرون کو

مذہب کے نام پر اندھی سیاست

ابصاہت

کرتے، آرتی میں شریک ہوتے اور لگنگا میں اشتان کرتے دکھایا جا رہا ہے۔ انہیں چیخنے والے بھی خود کو مذہب کا اُن سے بڑا حافظ ثابت کرنے پر شائے ہوئے ہیں۔ رائل گائدھی چیخ چیخ کراپنے ہندو ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کاشی میں جو کچھ تعمیر نو کے نام پر ہو رہا ہے اُس کا سہرا اکھلیش یادو اپنے سر باندھنے کی کوشش میں جمعتے ہوئے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ایوان زیریں لوک سمجھا کے اگے انتخابات میں خود کو حزب اختلاف کی سب سے بڑی رہنمایا نے کی کوشش میں مصروف مغربی بیگانگی میں متاثر بیٹھنے میں مندر، مسجد اور گرجا کی تصویر والے پوسٹر اور یہ زچھپا اکر اپنی پارٹی ترمول کا نگریں کی پوری سیاست کو مذہب کے کھوئنے سے باندھ دیا ہے۔ ایک طرف بھارتیہ جتنے پارٹی مذہب کے نام پر سیاسی دکان چمکا کر اقتدار پر اپنی گرفت مختبوط تر کرنا چاہتی ہے تو دوسری طرف حزب اختلاف کی جماعتیں کو بھی بھر پورا انتخابی فتوحات مذہب کے سامنے ہی میں دکھائی دے رہی ہیں۔

ملک کی کم و بیش تمام بڑی اور جھوٹی سیاسی جماعتیں کے منشور اور ترجمیات کا جائزہ لیجیے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں لگتا ہی نہیں کہ ملک میں مذہب کے علاوہ بھی کوئی ایسا عکتہ ہے جس پر سیاست کی جا سکے۔ ترقی و خوش حالی کے مختلف بیانوں کے مطابق جائزہ لیجیے تو بھارت آج بھی اچھا خاصاً چکپڑا ہوا ہے۔ ۲۰ فیصد سے زائد بھارتی باشندے آج بھی ناخواندہ ہیں۔ ۲۵ فیصد سے زائد بھارتی باشندے خط افلاس سے چیخے زندگی بس کر رہے ہیں۔ امیروں اور غربیوں کے درمیان فرق مسلسل ہڑھ رہا ہے۔ بھارت وہی ملک ہے جو کورونا اور ایس کی وبا سے بہتر کھلکھلا۔ تب ملک مرگٹ میں تبدیل ہو کر رہ گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ہو جس کے گھر، خاندان، دوستوں یا جانے والوں میں سے کسی کموت پھوکرنے گزری ہو۔ جن لوگوں نے اپنے بیاروں کو کاندھا دیا وہ اور جو اپنے بیاروں کا آخر دیدار بھی نہ کر سکے وہ اتنی جلدی اُس مشکل گھری کو کیسے بھول گئے؟ جن کے ہاتھ میں اقتدار ہے وہ تو چاہیں گے ہی کہ لوگ کو رو نا کی دوسری اہر کے ہاتھوں پیارا ہونے والی تباہی کو بھول جائیں۔ وہ تو یہ بھی چاہیں گے کہ لوگ یہ بھی بھول جائیں کہ ڈاؤن اڈول تو می میثت بھی اپنی جگہ ایک بڑی آفت اور مصیبت ہے۔ ملک ترقی کی راہ سے ہٹ چکا ہے۔ سیاسی تباشوں سے ہٹ کر دیکھنے کی کوشش پر لوگوں کو دکھائی دے گا کہ ملک انتہائی پریشان کن مسائل میں گھر اہوا ہے۔

بیچنے کے الزام میں متعدد مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا ہے۔ ہندتوافور سز نے ملک کو یوں حکم رکھا ہے کہ اب جو ہٹکارے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ انتہا پسند ہندوؤں کو جب کچھ بھی نہیں سُوجھتا تو مسلمانوں سے نفرت کا کارڈ کھیل جاتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی ہو رہا ہے۔ مودی سرکار نے ہندتوافور سز کو خوش کرنے اور عام ہندوؤں کو اپنی طرف تیزی سے متوجہ کرنے کے لیے مقدمات کو تعمیر و ترقی کے نئے مرحلے سے گزارنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایودھیا کے بعد کاشی، متھرا اور بنارس میں بھی شاندار مسئلہ تعمیر کیسے جا رہے ہیں۔ بعض پرانے مسئلدوں کو توسعی کے ذریعے وسیع و عریض کمپلیکس کی شکل دی جا رہی ہے۔ مسئلدوں کے ساتھ شاپینگ مالز اور انٹر ڈینمنٹ ایریا بھی بنائے جا رہے ہیں۔ یہ سب مذہب کے نام پر ہو رہا ہے اور مقصود ہے ووٹ بینک مضبوط بنانا۔

بھارت کے معروف ہندی اخبار ”نو بھارت“ نے نریندر مودی اور ان کی ٹیم نے بھارت کو کہاں پہنچا دیا ہے اس سوال پر بحث ہوتی رہی ہے اور ہو بھی رہی ہے۔ آج بھارت کی سیاست عجیب موڑ پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ ائمیں طور پر بھارت سیکیولر ہے مگر سیاست سے سیکیولر ازم بون نکل چکا ہے کہ ڈھونڈنے نہیں ملتا۔ سنگھ پریوار کی سیاسی جماعتیں اور تنظیموں نے معاملات کو یوں بگلا رہا ہے کہ اب پوری سیاست ہی مذہب کی بنیاد پر پھیلاتی جانے والی سافرت کی نذر ہو کر رہ گئی ہے۔

کورونا کی وبا نے بھارت کی معیشت کو بھی نری طرح متاثر کیا ہے۔ مودی سرکار کے دوسرے عہد میں بھی بھارت کے لیے کہیں کوئی آسانی پیدا ہو سکی ہے نہ ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے نوٹوں کی تبدیلی کے نام پر پوری قوم کو شدید پریشانی سے دوچار رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ ملک بھر میں مسلمانوں سے نفرت کی بنیاد پر کی جانے والی سیاست کی بات ہو رہی ہے۔ پورے ملک میں وزیر اعظم نریندر مودی کو پوچھا پڑ

عالیٰ سطح پر کچھ کرد کھانا ممکن نہ ہو تب بھی کم از کم جنوبی ایشیا کا چودھری بننے کی خواہیں کو عملی جاہہ پہنانے کے حوالے سے بھارتیہ جنتا پارٹی نے نریندر مودی کی قیادت میں وہ سب کچھ کیا جو کیا جانا چاہیے تھا۔ اس کے باوجود بھارت کو اب تک اس مقام تک نہیں پہنچایا جاسکا ہے، جہاں وہ ایک نمایاں قوت کے طور پر دکھائی دے۔ ایک طرف تو بھارت کے گوناگون مسائل ہیں اور دوسری طرف تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی و علاقائی حالات۔ آج کی دنیا کو جوں پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے اُن کا حل تلاش کرنے میں ترقی یافتہ سماں کو بھی مستقل نوعیت کی الجھنوں کا سامنا ہے۔ سوچا جاسکتا ہے کہ ایسے میں بھارت کے لیے تیزی سے پہنچنے اور خود کو علاقے کا چودھری بنانے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔

نریندر مودی اور ان کی ٹیم نے بھارت کو کہاں پہنچا دیا ہے اس سوال پر بحث ہوتی رہی ہے اور ہو بھی رہی ہے۔ آج بھارت کی سیاست عجیب موڑ پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ ائمیں طور پر بھارت سیکیولر ہے مگر سیاست سے سیکیولر ازم بون نکل چکا ہے کہ ڈھونڈنے نہیں ملتا۔ سنگھ پریوار کی سیاسی جماعتیں اور تنظیموں نے معاملات کو یوں بگلا رہا ہے کہ اب پوری سیاست ہی مذہب کی بنیاد پر پھیلاتی جانے والی سافرت کی نذر ہو کر رہ گئی ہے۔

کورونا کی وبا نے بھارت کی معیشت کو بھی نری طرح متاثر کیا ہے۔ مودی سرکار کے دوسرے عہد میں بھی بھارت کے لیے کہیں کوئی آسانی پیدا ہو سکی ہے نہ ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے نوٹوں کی تبدیلی کے نام پر پوری قوم کو شدید پریشانی سے دوچار رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ ملک بھر میں مسلمانوں سے نفرت کی بنیاد پر کی جانے والی سیاست کی بات ہو رہی ہے۔ جاری رکھا گیا۔ گائے کا گوشہ کھانے اور

باقیہ: مولانا یوسف اصلحیٰ کی رحلت

چند برس قبل جماعت اسلامی ہندھالقہ اپر دلش (مغرب) کے ففر (مرا آباد) میں اصلاحی معاشرہ کے موضوع پر ایک پروگرام تھا۔ طلاق، ہم جنسیت اور قائم مقام مادریت کے موضوعات پر بیرونی تقریریں ہوتیں۔ مولانا کوئیری گنگوہ بہت پسند آئی۔ کہنے لگے: ”آپ کی یہ تقریریں جامعۃ السالمات کے اعلیٰ درجات کی طالبات کے سامنے بھی ہوئی چاہیں۔ آپ کو ان شاء اللہ جلد بلا ویں گا۔“ افسوس کہ اس کی نوبت نہ آئی۔ مولانا یوسف اصلحیٰ نے نصف صدی تک دعوت و ارشاد کے میدان میں سرگرم زندگی گزاری۔ ان کے خطابات، دروس اور تصانیف سے لاکھوں افراد کی زندگیاں بدلتیں۔ یہ سب ان کے حق میں صدقہ جاری ہے، جس کا اجر انہیں تائی میت ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی خدمات کو قول فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جیل عطا فرمائے۔ آئین، یارب العالمین۔



باقیہ: بھارت کے لیے ترک ڈرون

ترک ڈروز نے آذربایجان کی فورسز کی غیر معمولی حد تک مدد کی تھی۔ ترکی نے دفاعی پیداوار کے معاملات میں بہت حد تک خود کفالت حاصل کر لی ہے۔ اپنی ضرورتیں خود پوری کرنے کی صلاحیت پر اونچے ہانے کے بعد اس نے ڈروز اور دیگر فوجی ساز و سامان تیار کرنے کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ اتفاقہ کو دفاعی پیداوار کے معاملے میں چند ایک پاندرے پوں کا سامنا تھا۔ ایسے میں اسے دفاعی پیداوار کے حوالے سے خود کفالت کی راہ پر گامزن ہوتا تھا۔ دفاعی پیداوار کے ترک اوارے اب عمدگی سے کام کر رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں ایک طرف تو ان کا یہ ورنی اداروں پر انحصار گھٹ گیا ہے اور بعض معاملات میں وہ آدمی قوت بھی بن گئے ہیں۔ (ترجمہ: محمد ابی یحییٰ خان)

"Ankara ready to export drones, UAVs to New Delhi in a 'New beginning' for India, Turkey relations". ("eurasiatimes.com". Dec.17, 2021)

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی کی شائع کردہ فہرست کتاب

را اور بنگلا دلش

محمد زین العابدین

قیمت: ۱۰۰۰ روپے

اکیڈمی بک سینٹر۔ فون: ۰۲۰۱-۳۶۸۰۹۲۰

باقیہ: ”اویمکرون“ ہماری توجیہ چاہتا ہے!

ملک کی صرف ۱۳۰ فیصد دولت ہے۔ معاشی عدم مساوات کے معاملات پر نظر کھنچنے والی ایک بین الاقوامی تنظیم نے بھارت میں شدید معاشی عدم مساوات کے حوالے سے شدید تشویش ظاہر کی ہے۔ یہ عدم مساوات ہی انتہائی غریب افراد کو کسی بھی وبا کا موثر علاج کرانے کے قابل نہیں چھوڑتی۔ کرونا کی دوسری لہر کے دوران بھارت بھر میں انتہائی غریب افراد کے لیے وبا سے بچنا انتہائی دشوار ثابت ہوا تھا اور ان کی حالت مزید خراب ہو گئی۔ بھارت میں کرونا ویکسین کی دونوں خوراکیں دی جا بھی چیز مگر معاشی و معاشرتی عدم مساوات جماعتوں کے پاس اپنے منشور کے ذریعے ترجیحات ظاہر کرنے کا موقع موجود ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تمام قابل ذکر سیاسی جماعتیں اپنی ترجیحات طے کر بچی ہیں، یہ تھان لی گئی ہے کہ ایکیش صرف مذہب کی بنیاد پر لڑتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کی ترجیحات میں فی الحال یہ نکتہ شامل نہیں کہ عوام کا معیار زندگی کیوں کر بلند کیا جاسکتا ہے۔

کرونا کی وبا کے ہاتھوں ۲۰۲۰ء میں دنیا بھر میں آمدنی گئی ہے، جس کا تقابل بہت زیادہ ہے۔ ترقی یا فتح مالک کی آمدنی میں پچھاں فیصد کی واقع ہوئی ہے۔ اس کے نتیجے میں پسمندہ اور غریب مالک بھی پریشانی سے دوچار ہوئے ہیں۔

بعض کروز مالک کرونا کی وبا کے باعث خطرناک حد تک کمزور ہو چکے ہیں۔ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا کے بیشتر ممالک کو بھی کرونا کی وبا کے ہاتھوں غیر معمولی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان ممالک کی آمدنی میں تیزی سے کی واقع ہوئی ہے۔ بھارت، پاکستان، بھلادلش اور سری لنکا کو بھی قومی آمدنی میں واضح کمی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ معاشی عدم مساوات کے حوالے سے ایک جامع رپورٹ مہر معاشیات لکاس چانسلی کی قیادت میں نام پہلی، ایمانویل سیز اور گیرل ڈیمکن نے مل کر لکھی ہے۔ بھارت کا متوسط طبقہ باقی دنیا کے متوسط طبقے کے مقابلے میں کمزور ہے۔ پورے بھارت میں متوسط طبقے کے پاس ملک کی مجموعی آمدنی کا ۲۹٪ فیصد ہے۔

(ترجمہ: محمد ابی یحییٰ خان)
(بیکری: روزنامہ "لوک شاہکن سکھا" احمد آباد، بھارت۔ ۲۸ ستمبر ۲۰۲۰ء)



اس وقت ملک کو ایسی سیاست کی ضرورت ہے جو یہ بتائے کہ ملک میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار کیسے ملے گا، مہنگائی پر کس طرفاب پایا جائے گا، بنچے اسکوں کس طرح جائیں گے، اپنالوں میں ڈاکٹر اور بسزوں کی تعداد کیسے بڑھے گی۔ ملک کی مجموعی حالت تو یہ ہے کہ اسکی جیسی انتہائی بنیادی ضرورت بھی آسانی سے پوری نہیں ہوتی۔ مسائل یہی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ قوی و جو خطرے میں ہے۔ ایسے میں اس بات کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے کہ کون سا مندرجہ کتب اور کہاں بننے گا۔ عوام کس پارٹی کو حکومت پلانے کے لیے پڑھیں گے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا مگر سیاسی جماعتوں کے پاس اپنے منشور کے ذریعے ترجیحات ظاہر کرنے کا موقع موجود ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تمام قابل ذکر سیاسی جماعتیں اپنی ترجیحات طے کر بچی ہیں، یہ تھان لی گئی ہے کہ ایکیش صرف مذہب کی بنیاد پر لڑتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کی ترجیحات میں فی الحال یہ نکتہ شامل نہیں کہ عوام کا معیار زندگی کیوں کر بلند کیا جاسکتا ہے۔

کرونا کی وبا نے بھارت کی میکیت کو شدید نووعیت کی شکست و ریخت سے دوچار کیا ہے۔ ہزاروں صحفی یونٹ بند کر دیے جانے سے بے روکاری بڑھ گئی ہے۔ مہنگائی نے رہی آئندہ کسر پوری کرتے ہوئے عوام کا مٹکون سے عیناً دو بھر کر دیا ہے۔ آزاد بھارت کی تاریخ میں پہلی بار قومی میکیت پھیلنے کے بجائے سکر رہی ہے۔ متمول افراد تو پھر کا برداشت کر سکتے ہیں، عام آدمی کیا کرے کروہ تو شدید غربت کی چلی میں پس رہا ہے۔ خطرے کی گھنٹی نج رہی ہے۔ کم و بیش ڈھانی عشروں کی محنت کے نتیجے میں جن کروڑوں افراد کو کسی طور غربت کے دائرے سے نکلنے میں کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ دوبارہ غربت کے دائرے میں جا چکے ہیں۔ کم از کم بارہ برس کے دوران ایسی مہنگائی دھانی نہیں دی اور بے روزگاری کا تو ۲۵ سال کا ریکارڈ ٹوٹ گیا ہے۔



باقیہ: پیش رفت یا چیلنج؟

وہ ایک بہت بڑا تحریر بیدا کر رہی ہے۔ اس بحران سے بطریق اچھی بات ہے گرد لیکھنا ہے کہ اس کا فائدہ حتیٰ صارف کو بھی احسن نتائج کے لیے موجنالازم ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ ساری مشقت کسی کام کی نہیں۔ بچوں کا محتاج فحوم کر کے اگر خورده فروش اپنا منافع بڑھانے سے بدلتے ہوئے معيشتی ڈھانچے میں وہ کس طور پر کیسیں گے، کام جاری رکھ پائیں گے۔
پیدا کار اور حتیٰ صارف کے درمیان سے سمجھی لوگوں کے نکل جانے کی صورت میں میکیت کے لیے نئی اچھیں پیدا

پیش رفت یا چیلنج؟

الواحد اجيري

حقیقی ترقی (معنی تینکانا لو جیکل پیش رفت) سے وابستہ کپنیوں کے شیرز بھی اب مارکیٹ میں ہیں۔ اشیائے خرونوش اور روزمرہ استعمال کی دیگر اشیا کی خرید فروخت سے بھروسی کپنیوں کو زیادہ قبول کیا جا رہا ہے۔ ان میں ہرے پیمانے پر سرمایہ کاری کی جا رہی ہے۔ پیشتر سرمایہ کاروں کو ایسا لگتا ہے کہ حقیقی معاملات سے بھروسی کپنیوں میں سرمایہ کاری ہی بہترین حکمت عملی ہے کیونکہ ایسی صورت میں منافع کی شرح بڑھتی ہی جائے گی۔

کسی بھی کپنی کی منافع کمانے کی صلاحیت کے حوالے سے بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔ سرمایہ کاروں کو حقیقی کپنیوں کے شیرز میں بھر پور چھپی لینے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے کہیں ان کا سرمایہ خطرے میں تو نہیں پڑ جائے گا۔ کوئی بھی کپنی اس وقت تک ہی پرکشش رہ سکتی ہے جب تک وہ زیادہ منافع کماتی ہے۔ اگر منافع کمانے کی صلاحیت کو رور پڑ جائے تو سرمایہ کار اس سے منہ موڑنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلطی معاملہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ اتنا کمارکیت میں ۶ نے دن شدید نوعیت کا اُتار چھاؤ رہا کھائی دیتا ہے۔ حقیقی کپنیوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔

حقیقی ترقی اپنے آپ میں بہت کچھ ہے مگر سب کچھ نہیں ہے۔ اگر آج کوئی کمپنی حقیقی اعتمار سے بہت اچھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ منافع کما کر دیتی رہے گی۔ بعض حقیقی اداروں کے شیرز غیر معمولی قیمت کے ہوتے ہیں مگر جب گراوٹ آتی ہے تو کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوتا۔ اس وقت سرمایہ کارتیزی سے حقیقی کپنیوں کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ بہت اچھا دھائی دے رہا ہے مگر بہت خطرناک بھی ہے۔ حقیقی کی دنیا میں بہت کچھ بہت تیزی سے بدلتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے ہرے حقیقی ادارے تیزی سے ابھرتے ہیں اور پھر اتنی ہی تیزی سے لاپتا سے ہو جاتے ہیں۔ حقیقی و ترقی کے شعبے میں کام اتنا زیادہ اور اتنی تیزی سے ہو رہا ہے کہ بہت کوشش کرنے پر بھی کسی حقیقی کپنی کے لیے وقت کے ساتھ چنان انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ کسی بھی تینکانا لو جی کو اگر بڑھنے کے لیے بروئے کار لایا جاسکتا ہے مگر یہ لازم نہیں کہ ہر تینکانا لو جی ہمیں کچھ نہ کچھ دے کر ہی جائے گی۔ کبھی کبھی تینکانا لو جی بہت کچھ لایجی ہے۔

سرمایہ کاروں کو اب بہت سمجھل کر چلنا ہو گا۔ جو کاروباری ادارے تینکانا لو جی کا سہارا لے کر بیچ کے لوگوں کو کمال رہے ہیں

باقی صفحہ نمبر ۱۳

ہری کپنیوں کو ہرے پیمانے پر مال دیتے ہیں۔ یہ کپنیاں مل کر اجادہ داری بھی قائم کر لیتی ہیں۔ عام مڈل مین کے لیے ان سے مسابقت ممکن نہیں۔ عام مڈل مین کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ ہرے پیمانے پر مال لے کر آگے ستادے۔ اور اگر چند ایک مڈل مین مل کر کوئی ادارہ قائم کر بھی لیں تو بازار میں اتنا چھاؤ کی ایک چھوٹی سی لہر بھی ان کا سب کچھ بہا کر لے جاسکتی ہے۔ حقیقی معاملات میں ہری کپنیاں اچھی خاصی سرمایہ کاری کر سکتی ہیں۔ چھوٹے کاروباری افراد، یعنی مڈل مین ایسا کرنے کی پوچش میں نہیں ہوتے۔ وہ کم از کم حقیقی کے ہو رہی ہے کہ یہ سب کچھ ہماری معیشت کو کس طور بدلتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے وکھیے تو معیشت میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہو رہی ہے کیونکہ مڈل مین کا کردافتہ ہوتا جا رہا ہے۔

اصل مصیبت یہ ہے کہ حقیقی ترقی کے نتیجے میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں انہیں کسی قانون کے ذریعے روکا نہیں

کر سکتا۔ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جاسکتا کہ دکان دار ہو کر فروش سے مال برداشت لینے کے بجائے مڈل مین سے خریدیں۔ اس معاملے میں انہیں پابند نہیں کیا جاسکتا۔ بازار تو لاگت، مال کی ترسیل طلب اور منافع کے کھیل سے چلتا ہے۔ مڈل مین یا تو مال ستادیں یا مال کے ساتھ کچھ اضافی دیں تب تو دکان دار اور عام لوگ ان کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں مڈل مین کے ہاتھوں ہونے والی فروخت میں ۲۵ سے ۴۰ فیصد تک کی واقع ہوئی ہے۔ ملک بھر میں ایسے افراد کی تعداد پانچ لاکھ سے زائد ہے جو شہروں اور دیکھی علاقوں میں دکانوں پر جا کر آرڈر لیتے اور مال فراہم کرتے ہیں۔ اب حقیقی ترقی کی بدولت دکان دار کمپنی سے مال برداشت مانگ سکتے ہیں۔ اب دکان دار اپنے مال برداشت کا آڈر دیتے ہیں اور کمپنی ۲۳ گھنٹے میں ڈیلوری کر دیتی ہے۔

اس صورت میں دکان داروں کو مال ستادتا ہے کیونکہ ہوک فروٹ کو مڈل مین کی تینکانا ہوں اور دیگر مددوں میں خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ اس چلن سے مڈل مین کا دھن اچوپت ہو رہا ہے۔ سیدھی سی بات ہے، چھوٹا دکان دار یا کوئی اور شخص مال وہیں سے خریدے گا جہاں سے اُسے ستاد لے گا۔

حقیقی ترقی سے مڈل مین کا دھن اچوپت ہوتا ہے کہ مڈل مین اسی پکارا پڑتی کیونکہ مڈل مین ہوتا ہی نہیں۔

حالات کی روشن دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مڈل مین اسی بلکہ اور بھی کئی خطرات ابھر رہے ہیں۔ سرمایہ کاروں کے لیے ان خطرات کو سمجھنا لازم ہے۔ کچھ کچھ تو وہ سمجھ رہی رہے ہیں۔

الواحد اجيري

ہرے بھر انوں کی پہلے آہٹ محosoں ہوتی ہے، بھروہ خود آ جاتے ہیں۔ جب وہ خود آتے ہیں تو بہت سوں کو اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ ہرے پیمانے پر مال لے کر آگے ستادے۔ اور اگر چند ایک مڈل مین مل کر کوئی ادارہ قائم کر بھی لیں تو بازار میں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ دھیرے دھیرے، خاصی خاموشی کے ساتھ ڈیجیٹل یا کمپیوٹر اور موبائل سسٹم سے جو ہوا نظام معیشت کے حوالے سے چلن میں آچکا ہے۔ اس حوالے سے خاصی بحث و تجھیں بھی ہو رہی ہے تاہم اس نکتے پر کم تری بات ہو رہی ہے کہ یہ سب کچھ ہماری معیشت کو کس طور بدلتا ہے۔ اور یہ کہ یہ تدبیلی ہر شخص کے مفادات میں ہے بھی یا نہیں۔ حقیقی (تینکانا لو جیکل) پیش رفت نے کاروبار کے مختلف شعبوں میں درمیانے ایجنٹس یا پیلوں (مڈل مین) کے لیے شدید خطرات پیدا کر دیے ہیں۔

گزشتہ دنوں متعدد ہری مانچیں کپنیوں کے لاکھوں تقسیم کاروں اور سیلگ ایجنٹس کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ عام جزل اس سورت تیزی سے ہرے کاروباری خاندانوں کے ذریعہ ہو کر خورده دونوں ہی طرح کے کاروباروں سے جائز ہے۔ اس کے نتیجے میں مڈل مین کے ہاتھوں ہونے والی فروخت میں ۲۵ سے ۴۰ فیصد تک کی واقع ہوئی ہے۔ ملک بھر میں ایسے افراد کی تعداد پانچ لاکھ سے زائد ہے جو شہروں اور دیکھی علاقوں میں دکانوں پر جا کر آرڈر لیتے اور مال فراہم کرتے ہیں۔ اب حقیقی ترقی کی بدولت دکان دار کمپنی سے مال برداشت راست مانگ سکتے ہیں۔ اب دکان دار اپنے مال برداشت کا آڈر دیتے ہیں اور کمپنی ۲۳ گھنٹے میں ڈیلوری کر دیتی ہے۔ اس صورت میں دکان داروں کو مال ستادتا ہے کیونکہ ہوک فروٹ کو مڈل مین کی تینکانا ہوں اور دیگر مددوں میں خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ اس چلن سے مڈل مین کا دھن اچوپت ہو رہا ہے۔ سیدھی سی بات ہے، چھوٹا دکان دار یا کوئی اور شخص مال وہیں سے خریدے گا جہاں سے اُسے ستاد لے گا۔

حقیقی ترقی سے مڈل مین کا دھن اچوپت ہوتا ہے کہ مڈل مین اسی پکارا پڑتی کیونکہ مڈل مین ہوتا ہی نہیں۔

